Scanned with CamScanner

ام مریم

دیوار گیر گھڑی نے باآواز بلند رات کے گیارہ بجے کا اعلان کیا تو خدیجہ بیگم بے قرار سی ہو کر نماز کے تخت سے نیچے اتر آئیں۔ جائے نماز کا کونہ موڑا اور تسبیح اٹھائے پاؤں میں چپل پہن کر کمرے سے نکل آئیں۔ پورے گھر پر خاموشی اور تاریکی کا راج تھا۔ آنگن پار کر کے انہوں نے کچن میں قدم رکھا اور آہستگی سے بیرونی دروازے کی چٹخنی گرا کے پٹ وا کیا۔ گلی میں تاحدِ نگاہ تاریکی تھی۔ دور کہیں سے پالتو کتے کی آواز فضا میں موجود خاموشی اور سناٹے کو چیر کر ان تک آئی تو ان کا خدشات کی یلغار سے سہا دل کچھ اور بے کل ہونے لگا۔

بے دلی و مایوسی سے دروازہ بند کر کے چٹخنی چڑھا دی۔ پلٹیں تو ضویا کو اپنے پیچھے کھڑے دیکھ کر ایک پل کو ڈر سی گئیں۔

"ارے تم اس وقت؟" مسکراہٹ لبوں پر تو [illegible]ھوں سے محبت و شفقت چھلکی تھی۔

"جی میں...!" وہ ذرا مسکرائی۔

"آج بھی لیٹ ہیں ہارون؟"

"[illegible]وں، پتہ نہیں کیوں یہ لڑکا اتنی دیر کرنے لگا [illegible]"

"[illegible] جائیں گے، دنیا کے مصروف ترین انسان ہیں، پورا [illegible] ان ہی کے کندھوں پہ تو سوار ہو کر چل رہا

مکمل ناول

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

Scanned with CamScanner

ہے۔" انداز میں طنز کی آمیزش بھی تھی، جسے خدیجہ بیگم نے اپنی سادگی میں محسوس ہی نہیں کیا اور ایک بار پھر کلاک پہ نظر ڈالتے ہوئے قدرے چونکیں۔

"تم بیٹا! اس وقت، بہت رات ہو چکی ہے، جاؤ آرام کرو جاکے۔" ان کے دبے ہوئے انداز میں جو گریز اور احتیاط چھپی تھی، اس سے ضویا اچھی طرح سے آگاہ تھی، جب ہی بے نیازی سے کاندھے اچکا کر بولی۔

"مما سو گئی ہیں۔" خدیجہ بیگم نے اب کے ذرا غور سے اس کی شکل دیکھی۔ صبیح چہرے کی جاذبیت، نکھار اور دلکشی اس کی کم عمری کی ہی عطا نہیں تھی۔ بلاشبہ قدرت نے اسے بہت فیاضی سے حسن کی دولت عطا کی تھی مگر کچھ دنوں سے وہ اس کے بدلے ہوئے ڈھنگ محسوس کر کے عجیب سی بے چینی اور اضطراب میں مبتلا ہو چکی تھیں۔ گو کہ ہارون کی طرف سے انہیں بھرپور قسم کی تسلی و اطمینان تھا۔ اپنی تربیت پر بھروسہ بھی مگر......

"آپ سو جائیں پھپھو! ہارون کے آنے تک میں یہیں ہوں۔ ایکچوئلی مجھے ان سے کچھ سوالات حل کرانے ہیں۔" انہیں بغور اپنی جانب تکتے پاکر وہ نظریں چرا کر مگر بہت اعتماد سے جھوٹ بول رہی تھی، وہ چپ سی رہ گئیں۔

"کیا سوچنے لگیں پھپھو؟" ضویا کچھ جزبز سی ہوئی تھی۔

"بیٹا! میں ہارون کے انتظار میں بھوکی بیٹھی ہوں۔ وہ آئے تو اکٹھے کھانا کھائیں گے۔ تم ایسا کرو جو بھی سوال سمجھنے ہیں، کل دن میں سمجھ لینا، اتنی رات کو ایک تو وہ تھکا ہوا ہوگا، دوسرے اگر بھائی صاحب یا بھابھی کو پتہ چلا تو بالکل مناسب بات نہیں۔"

ضویا نے الجھ کر انہیں دیکھا۔

"دن میں وہ دستیاب کہاں ہوتے ہیں۔ چلیں، میں آپ کی موجودگی میں پڑھ لوں گی۔ اب بتائیں، چائے بنا لاؤں۔ ایسے تو انتظار نہیں ہو سکتا، ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے۔"

ضویا چائے بنانے کی غرض سے کچن میں جا چکی تھی، وہ بہت تھکے ہوئے سے انداز میں صوفے پر واپس آکر ابھی بیٹھی ہی تھیں کہ بیرونی دروازے کے باہر پہلے بائیک اور پھر کال بیل کی آواز سنتے ہی جیسے مطمئن ہو گئیں۔ گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کر اٹھتے اٹھتے بھی ان کے منہ سے کراہیں نکل گئی تھیں۔ یہ جوڑوں کا درد سردیوں کے آغاز سے بھی پہلے ان کی جان کو آن چمٹا تھا۔

عجلت بھرے انداز میں کمرے سے نکل کر باہر آئیں تو ضویا کو دروازہ کھولتے پاکر وہ وہیں کھڑی رہ گئیں۔ ہارون اسرار بائیک گھسیٹتا ہوا اندر لا رہا تھا۔ دیوار کے ساتھ بائیک کھڑی کر کے وہ ان کے پاس چلا آیا۔

"السلام علیکم اماں! آئی ایم ساری۔ آج پھر میں لیٹ ہو گیا۔" سر سے کیپ اتار کر ہاتھ کی مدد سے بال سنوارتا وہ خفیف سا ہو کر بولا۔ کچھ فاصلے پر موجود ضویا کو یکسر نظر انداز کر دیا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹا! اب تم منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدل لو۔ میں کھانا گرم کر دیتی ہوں۔" انہوں نے پیار لٹاتی نظروں سے اس کے اونچے پورے وردی میں سجے شاندار سراپے کو ستائشی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ تو ہارون سر ہلاتا پلٹ کر اپنے کمرے کی جانب چلا گیا۔ ضویا وہیں سکھ چین کے پیڑ سے پشت ٹکائے دونوں ہاتھ سینے پہ باندھے بالکل خاموش کھڑی تھی۔

"چائے بن گئی بیٹا؟" انہوں نے اس سے پوچھا۔

"جی....." وہ خفیف سی ہو کر نظریں جھکا گئی پھر جانے کیا دل میں سمائی کہ سوچے سمجھے بنا اس کے پیچھے چلتی کمرے کے دروازے پہ آن ٹھہری۔ نہایت محتاط سی انگوٹھی کی مدد سے دی گئی دستک کے بعد دروازہ وا کیا اور اندر قدم رکھ دیا۔

ہارون اپنے دھیان میں تھا، شرٹ کے بٹن کھولتے ہوئے پلٹا اور اسے روبرو پاکے ٹھٹکا۔

"تم....." اس کی آنکھوں میں حیرت جھلکی تھی۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

اوپری دونوں بٹن جو کھل چکے تھے' بند کرتے ہوئے وہ ہنوز استعجابیہ انداز میں اسے تک رہا تھا اور ضوبیا جو دل کڑا کرکے یہاں تک آتو گئی تھی' اب جھجک کر خاموش کھڑی تھی۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ پھپھو کھانے کا پوچھ رہی تھیں۔"

کچھ اور نہ سوجھا تو اس نے احمقانہ سی بات کہہ کر ڈرتے ڈرتے اسے دیکھا۔ سہیلیوں کے پڑھائے عشق و عاشقی کے تمام اسباق ذہن سے اڑنچھو ہو چکے تھے۔

"مگر میں انہیں گرم کرنے کا کہہ تو آیا ہوں۔" اس کی حیرت دوچند ہوئی تھی تو ضوبیا کی خفت و خجالت۔

"جی۔۔۔ مم۔۔۔ میں چلتی ہوں۔" اس نے گڑبڑا کر کہا اور اگلے ہی لمحے چھپاک سے باہر۔ "اوہ مائی گاڈ!" دھک دھک کرتے دل پہ ہاتھ رکھ کر اس نے جانے کب کا سینے میں پھانس کی طرح اٹکا سانس خارج کیا اور کچن میں پھپھو کے پاس جانے کی بجائے دو گھروں کو باہم ملاتا دروازہ کھولتی سرعت سے بھاگ گئی۔

☼ ☼ ☼

کہنے کو رہتے ہو دل میں
پھر بھی کتنی دور کھڑے ہو
کون سی بات ہے تم میں ایسی
اتنے اچھے کیوں لگتے ہو

حوریہ اپنی فرینڈز کے ساتھ سر احمد جہاں زیب کو اسائنمنٹ جمع کروانے کے بعد پیٹ پوجا کے خیال سے کینٹین کی طرف جا رہی تھی۔ جب اس نے اپنے آوارہ دوستوں کے جھرمٹ میں راجہ اندر بنے ایزی کو پہلے اسے دیکھ کر سیٹی بجاتے اور پھر لوفرانہ انداز میں باآواز بلند اشعار پڑھتے دیکھا' اس کے قدموں کی رفتار تیز ہوئی تھی۔

ہم چھین لیں گے تم سے یہ شانِ بے نیازی

لمحہ بھر کی نگاہ چار ہونے پہ ہی ایزی نے موقع غنیمت جانتے ہوئے اسے آنکھ مار دی تھی اور اس کا دل چاہا' بڑھ کر اس آوارہ بدکردار لڑکے کا چہرہ تھپڑوں سے لال کردے مگر اندر اٹھتا اشتعال دبائے وہ تیز تیز چلتی کینٹین میں آئی اور گرنے کے سے انداز میں ایک کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔

اس نے بی اے بہت اچھے گریڈ سے پاس کیا تھا' انگلش میں ماسٹرز کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد بہت اچھی جاب اس کا برسوں پرانا خواب تھا' جسے وہ ہر صورت پورا کرنا چاہتی تھی۔ اماں کی ناراضی کے باوجود اس نے اپنے بابا سے بات کی تھی' جو گورنمنٹ ہائی اسکول کے ریٹائرڈ ماسٹر تھے اور تعلیم کے حامی بھی مگر جانے کیوں اسے کوایجوکیشن میں تعلیم دلوانے کے خیال سے متذبذب تھے اور یہ جھجک حوریہ نے ہی دور کی تھی۔

"مجھے پتا ہے بابا! مجھے اپنی اور آپ کی عزت کا پاس کیسے رکھنا ہے' مجھ پہ اعتماد کریں بابا! پلیز!" وہ اتنی لجاجت سے کہہ رہی تھی کہ حنیف محمد سے انکار نہیں ہوسکا اور حوریہ یہ عہد بھی کرچکی تھی کہ اسے ہرگز ہرگز بھی کسی لڑکے سے دوستی کرنی ہے' نہ ہی ان کی غلط امیدوں پہ پورا اترنا ہے۔ گو کہ اپنے غیر معمولی دلکش اور ساحرانہ نقوش کی بدولت کئی لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی تھی مگر اس کا لیا دیا انداز اور صنفِ مخالف کے لیے نولفٹ کا تاثر دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے تھے۔ مگر کچھ دنوں سے یہ ایزی جانے کیوں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

فلاورز شاپ پر اس نے گاڑی روکی تھی اور اتر کر رنگ برنگ اور خوشنما پھول دیکھنے لگی۔ ہر سو تیزی سے پھیلتی شام کی سیاہی اور تیز چلتی ہوائیں بارش کی پیشگی آمد کا پتا دے رہی تھیں جس وقت اس نے ریڈ و پنک روز کی کلیوں سے سجا بوکے سنبھال کر پے منٹ کی' تب بوجھل گھٹاؤں سے پہلی بوند نے ٹپک کر اسے چونکا دیا۔ بوندیں ایک تواتر سے گرنے لگی تھیں۔ اس کے لبوں پہ بہت دلفریب سی مسکراہٹ بکھرتی جا رہی تھی۔ کل سے آج تک کتنا کچھ بدل گیا تھا۔ وہ جو اجنبی

Scanned with CamScanner

تھا' کل تک جو اس کی فاسٹ ڈرائیو کی اندھی خواہش کی بھینٹ چڑھتے گویا موت کے منہ میں جاتے بچا تھا' وہ اتنی رحم دل بھی کبھی نہیں رہی تھی' نہ ہی اس قدر احمق کہ کسی کو ٹکر مار کر زخمی کرے اور پھر اسے اٹھا کر ہاسپٹل بھی لے کر جائے مگر وہ بری پھنسی تھی۔ ٹریفک کا اژدھام تھا تو آگے وہ درد کی شدتوں سے کراہتا انسانی وجود۔ آن واحد میں لوگ اکٹھے ہوئے تھے اور اسے لعنت ملامت کرنے لگے' اب اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ اسے لے کر ہسپتال جاتی مگر راستے میں ہی اس کا دل اسے بری طرح دغا دے گیا تھا۔ وہ جو کوئی بھی تھا' لمحوں میں سحر طاری کر دینے والی پرسنالٹی رکھتا تھا' کیسے لمحوں میں اس کی بیگانگی اور بے نیازی اس کی ذات کو چھوڑے کہیں فضا میں تحلیل ہو گئی تھی اور وہ خود پر بیت جانے والی اس انہونی پر ششدر ایک مرتبہ پھر ایکسیڈنٹ کرتے کرتے رہ گئی تھی۔

ڈاکٹر مسرور کے کلینک پر اسے ایڈمٹ کیا گیا تھا۔ چوٹیں معمولی تھیں مگر سر پر لگنے والی چوٹ خطرناک تھی' جب ہی ڈاکٹر نے اسے ایڈمٹ کر لیا تھا وہ نہ چاہتے ہوئے بھی گھر واپس ہوئی تھی کہ اس عرصے میں مام کی لگاتار کئی مس کالز اس کے سیل پہ آچکی تھیں مگر آنے سے قبل وہ اس مغرور نقوش والے شخص سے اپنا تعارف ضرور کروا چکی تھی۔

"میں کل پھر آؤں گی۔ ڈاکٹر کی فیس اور ہاسپٹل کے چارجز کی آپ فکر نہ کریں' وہ میں بھروں گی۔ ڈونٹ وری۔"

اس کا تسلی دینے کا بھی اپنا ہی انداز تھا مگر مقابل کے چہرے پر حد درجہ درشتی دیکھ کر اپنی بات کے غلط ہونے کا احساس خفت کا شکار کر گیا۔

"اوہ..... آئی ایم ساری۔ شاید آپ نے مائنڈ کیا' ایکچوئلی....." وہ خفیف ہوئی تھی۔

"وہ..... آپ کا کوئی کانٹیکٹ نمبر تو ہو گا؟" وہ جانے کیوں اس سے بات کرنے کا بہانہ تلاش رہی تھی۔ مگر چند لمحوں بعد جب اس نے اپنا سوال دہرایا' اس کی وضاحت کے ساتھ کہ اس کے گھر والے پریشان ہوں گے' وہ انہیں اطلاع کرنا چاہتی ہے' اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔

"آپ کا کام ختم ہو چکا' بہت مہربانی کہ مجھے یہاں پہنچا دیا' ورنہ سڑک پر تو مجھے تماشا بنا کر مرنے کو چھوڑنے کی کوئی کسر آپ نے رکھی نہیں تھی۔"

اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ کوئی اسے کچھ کہہ دے اور وہ اسے بخش دے' ناممکن۔ ابھی بھی وہ اس پر نفرین بھیج کر اپنی راہ ہو لیتی۔

"پلیز جائیں آپ یہاں سے۔ لیو می الون پلیز۔" وہ ازحد تلخی سے کہہ رہا تھا۔ اسوہ یکلخت پلٹی تھی اور باہر نکل گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

کلینک کے باہر گاڑی روک کر وہ بارش کی بوچھاڑ کی پروا کیے بغیر نکلی تھی اور بوکے اٹھائے تیز قدموں سے چلتی کلینک کے داخلی گلاس ڈور کو دھکیلتی اندر داخل ہو گئی۔ پہلا دھچکا اسے خالی بیڈ کو دیکھ کر لگا تھا۔ کل وہ یہیں اسے چھوڑ گئی تھی اور اس کی حالت ایسی ہرگز نہیں تھی کہ وہ خود سے کہیں جا سکتا۔ وہ جیسے کانٹوں پر چلتی ریسپشن پر آئی اور دوسرا دھچکا اسے اس وقت لگا' جب ریسپشنسٹ نے پیشہ ورانہ مسکراہٹ سمیت یہ کہتے ہوئے اس کی معلومات میں اضافہ کیا کہ وہ مریض آج صبح نو بجے ڈسچارج ہو کر چلا گیا ہے۔

☆ ☆ ☆

ضویا کی نگاہیں بظاہر کتاب پر تھیں مگر ذہن ہارون اسرار کو سوچ رہا تھا' وہی ہارون اسرار جو بچپن سے لے کر اب تک اس کے سامنے رہا تھا اور اس نے اپنی ماں کی طرح کبھی اسے عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔ اس کے نزدیک ہارون اسرار کی حیثیت نچلے درجے کے انسان اور ایک معمولی ملازم سے زیادہ نہیں تھی۔ ہارون اسرار اس کا پھپھی زاد تھا جو بچپن میں باپ کے

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

مرنے کے بعد ان کے در پہ آکر بیٹھ گیا تھا اور ایسا جم کر بیٹھا تھا کہ پھر ملنے کا نام نہیں لیا وہ اور اس کی ماں گو کہ ان پر کبھی بھی بوجھ نہیں بنے تھے کہ پھپھو اپنی سادگی اور فطری انکساری کی بدولت شاید ہی کسی کے لیے پریشانی کا باعث بنی ہوں۔ جوانی میں بیوگی کی چادر اوڑھے جب وہ خود سے چند سال چھوٹے بھائی کی دہلیز پہ آئیں تو والد یہ صدمہ سہہ نہیں سکے۔ دل کا جان لیوا دورہ بیٹی کے غم میں مزید اضافہ کر گیا۔ باپ کی وفات کے بعد مراد حسن (ضویا کے والد) اور اماں کو بیٹی کے لیے کچھ اور بھی حساس کر دیا۔ کچھ کھانے کی بات ہوتی یا لباس کی اولیت انہیں دی جانے لگی۔ یہ بھی ایک انداز تھا غم بٹانے کا' اپنائیت و محبت کا تاکہ انہیں شوہر کی کمی کا احساس نہ ہو۔ یہی بات ثانیہ (ضویا کی والدہ) کے دل میں نند اور اس کے معصوم بچے کی نفرت کے بیج کو تناور درخت بنا گئی۔ اماں تو ایک دو سال کے عرصے میں راہی عدم سدھار گئیں۔ اب ثانیہ بیگم کو کھل کھیلنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ شوہر سارا دن کاروبار کے سلسلے میں گھر سے باہر ہوتے۔ خدیجہ کو انہوں نے بہت آسانی اور سہولت سے ایک ملازمہ کا درجہ دے دیا۔

ہارون کم آمیز اور انتہائی ذہین بچہ تھا۔ گھر کا سودا سلف سے لے کر ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے اس کی پڑھائی کا خیال کیے بغیر دوڑا دیا جاتا۔ خواہشات کو مارنا اور سلگ سلگ کر جینا وہ بہت کم عمری میں سیکھ گیا تھا۔ یہ تو ماموں کا دم غنیمت تھا کہ وہ پڑھائی چھوڑ کر نہیں بیٹھا تھا۔ ضویا میٹرک کے بعد کالج میں گئی تھی۔ نئی نئی دوستیاں ہوئی تھیں جو پڑھائی سے زیادہ دوسری باتوں میں دلچسپی رکھتی تھیں۔ انڈین موویز' انڈین ڈرامے اور انڈین سانگز ہالی ووڈ اینڈ بالی ووڈ کے ہیروز ان کی پسندیدگی کے گراف پر بہت اوپر تک پہنچے ہوتے تھے۔ انہیں فلمی دنیا کی تمام باتوں کی آگاہی رہا کرتی تھی۔ یہی باتیں وہ آپس میں ڈسکس کیا کرتی تھیں۔ ضویا کے لیے یہ سب کچھ نیا اور بہت دلچسپ تھا۔

اس کی برتھ ڈے سیلبریٹ کرنے کے لیے اس کی یہی فرینڈز اس کے گھر آئی تھیں اور انہوں نے اس کے گھر میں ہارون اسرار کو دیکھا تھا' وہ ان دنوں سی ایس ایس کر رہا تھا۔ اس کی شدید خواہش تھی' وہ پولیس میں بھرتی ہو کر اپنے ملک کے لیے کچھ کر سکے۔

وہ معمول کے مطابق صبح کے ناشتے کے لیے فریش جوس کے پیکٹ بریڈ اور جیم وغیرہ لایا تھا اور کچن میں رکھ کر پلٹ رہا تھا' جب لائبہ نے اسے بالکل اچانک دیکھ لیا۔ وہ تو دل تھام کر رہ گئی تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ پرنس کون تھا' اتنا گڈ لکنگ اور ڈیشنگ ہے تمہارا کزن اور تم نے آج تک ہوا نہیں لگائی؟" وہ سب اس کے سر ہوئی تھیں اور ضویا حق دق سی آنکھیں پھاڑے انہیں جانے کون سے القاب سے نوازتے اور اس کے لیے آہیں بھرتے اور خود کو صرف اس وجہ سے لکی ہونے کی نوید سنتی رہی تھی۔

"سنو' کیا تمہارا اس کے ساتھ کچھ چل رہا ہے۔"

زہرا نے اس کا بازو ہلایا تھا اور وہ اپنی حیرانی پر قابو پانے کی کوشش میں کچھ اور ہونق ہو گئی۔

"کیا مطلب' کیا چل رہا ہے؟" اسے یہ انداز ناگوار محسوس ہوا تھا۔

خواتین ڈائجسٹ

کی طرف سے

بہنوں کیلئے خوبصورت ناول

دل اک شہر جنوں

آسیہ مرزا

قیمت ۔۔۔ -/400 روپے

منگوانے کا پتہ

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37- اردو بازار، کراچی۔

"مطلب، عشق وشق، افیئر۔" زہرا نے ایک بار پھر آہ بھری اور یکایک ہی ضویا کو جانے کیوں ایک بار پھر شرمندگی نے آن لیا، ویسی ہی شرمندگی جو اس نے اس وقت محسوس کی تھی کہ جب اس نے کہا تھا، اس کا کوئی بوائے فرینڈ نہیں ہے۔

"نہیں۔" وہ چیخی تھی، "یعنی وہ اتنا ڈیشنگ، اس قدر شان دار شخص تمہارے سامنے ہے اور تمہیں نظر نہیں آتا۔"

"کیا تمہاری آئی سائیڈ ویک ہے؟" نائلہ کی سنجیدگی سے سوال کرنے پر وہ گڑبڑا گئی تھی۔

"یہ ایالو تمہیں کیوں نظر نہیں آیا، ایسا کرو آگے نہیں تو میری بات بنوا دو۔" نائلہ نے آنکھ میچ کر جن سے کہا اور ضویا گھبرا کر وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

اسی رات وہ جب ان باتوں کو لے کر اچھی خاصی ڈسٹرب ہو گئی تھی اور بے چینی سے باہر ٹہل رہی وہ اچانک ہی سامنے آ گیا تھا۔ وہ یقیناً پاپا کے کمرے باہر آیا تھا۔

"سنو۔" وہ اپنے دھیان میں دروازہ بند کر کے آگے بڑھ جانا چاہتا تھا۔ اس پکار پر چونکا۔ سرخ اور خوبصورت پرنٹ کے شلوار سوٹ میں دوپٹہ شانوں پہ پھیلائے وہ اسے بہت توجہ، بہت دھیان سے دیکھ رہی تھی۔ دیکھ کہاں رہی تھی، جانچ رہی تھی اور وہ تو ان تعریفوں سے بھی کہیں بڑھ کر اٹریکٹو اور دلربا شخصیت کا مالک تھا، وہ حیران حیران سی دیکھ کر سوچتی رہی۔ ہارون کو اس کی دماغی حالت پہ شبہ سا ہوا۔

"کچھ کام ہے؟" جز بز ہونے سے پہلے کی کیفیت حیرانی کی تھی۔

"ہاں کام تو ہے لیکن کل بتاؤں گی۔" وہ جانے کیوں مسکرائی اور ایک بار پھر اس کا سر تا پا جائزہ لیا۔ ہارون کو عجیب سا احساس ہوا، وہ سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا۔

پھر مزید تین سال گزر گئے، وہ اپنی فرینڈز کی تمام عادات اپنا لینے کے باوجود بھی کبھی کھل کر ہارون سے اظہار نہ کر سکی۔ البتہ دل میں جھنجلاتی ضرور رہتی۔

جانے کیسا دبدبہ اور رعب تھا اس کی شخصیت میں کہ وہ اس کے سامنے جاتے ہی سب کچھ بھولنے لگتی۔ کیا وہ کچھ بھی محسوس نہیں کرتا، کتنا بدل گئی ہوں میں اس کی وجہ سے۔ اس کے آس پاس منڈلاتی ہوں، اس کے کتنے ہی کام کرتی ہوں، وہ کیوں خود سے نہیں سمجھ جاتا۔ کتاب پٹختے ہوئے وہ چڑ سی گئی۔

باہر بارش کا شور تھا، وہ اٹھی اور چلتی ہوئی کھڑکی میں آن رکی۔ گلاس ونڈو کے پار قدرت کے خوبصورت رنگ بکھرے تھے، وسیع و عریض لان میں بہار دکھاتے گل بوٹے بارش میں ڈھل کر نکھر سے گئے تھے۔ تب ہی وہ چونکی تھی۔ نگاہ اٹھی اور ساکن رہ گئی۔ ثانیہ بیگم کسی پہ برہم ہو رہی تھیں۔ وہ ہارون اسرار تھا جو ہمیشہ کی طرح ان کی لعنت ملامت کو بغیر کسی تاثر کے سن رہا تھا۔ ضویا کے اندر ناگواری بکھری تھی۔ وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور تیز تیز چلتی باہر آ گئی۔

"کیا ہوا ہے؟ کیوں چلا رہی ہیں مما؟" بدلحاظ اور گستاخ لہجہ۔ ثانیہ بیگم کے ساتھ ہارون اسرار نے بھی چونک کر اسے دیکھا۔ ہارون اسرار نے ایک کے بعد دوسری نظر بھی اس پر نہیں ڈالی تھی اور پلٹ کر لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"تمہارا دماغ ٹھیک ہے؟"

ثانیہ بیگم، ہارون اسرار کی چوڑی پشت کو گھورتے ہوئے اس پر غرائیں۔

"اب کیا قصور کیا تھا اس نے کہ آپ اس پر اس طرح برس رہی تھیں۔ مما! کتنی بار یہ بات بتاؤں کہ وہ آپ کا ملازم نہیں ہے۔ پولیس میں اعلا گریڈ کا آفیسر ہے۔"

"اونہہ۔۔۔۔ ہوا کرے، ہمارے ٹکڑوں پر ہی تو۔۔۔۔"

"مما۔۔۔۔" ضویا کے لہجے میں بادلوں کی سی گھن گرج تھی۔ "وہ اس گھر کا ہونے والا داماد بھی ہے، یہ بات آپ کو پتا ہے پھر بھی آپ اسے۔۔۔۔"

"شٹ اپ۔" اس کی بات پوری نہیں ہوئی تھی، اس سے پہلے ہی وہ حلق کے بل دھاڑی تھیں اور ایک

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

زناٹے دار تھپڑ اسے رسید کر دیا تھا۔ ضویا گال پر ہاتھ رکھے چھلکتی آنکھوں میں تحیر سموئے انہیں دیکھتی رہ گئی۔
"کس نے کی یہ فضول بکواس تم سے' اس کی ماں نے؟" ان کی آنکھیں لہو رنگ ہو چلی تھیں۔
"نہیں' پاپا نے اور پاپا اپنے ابا اماں کی خواہش کو ہر گز نہیں بھلائیں گے۔ مما! چاہے آپ کچھ بھی کر لیں' اس لیے بھی کہ میں ایسا چاہتی ہوں۔"
حواس بحال ہوئے تو ضویا ان کے وجود پر بجلیاں گراتی ایک جھٹکے سے پلٹ کر اندر بھاگ گئی' وہ ششدر کھڑی رہ گئیں۔

☆ ☆ ☆

"پھر تم نے کیا سوچا؟" خدیجہ بیگم نے اپنے سامنے بیٹھے تھکے تھکے سے ہارون اسرار کے چہرے پر گہری نگاہ ڈالی' وہ ابھی کچھ دیر قبل ہی گھر آیا تھا۔
"کس بارے میں؟" وہ چونکا تھا اور حیرت سے انہیں دیکھا۔ ان کا انداز خاص تھا یا اسے محسوس ہوا۔
"ضویا کے متعلق؟" انہوں نے مسکرا کر دلچسپی سے اسے دیکھا تو ہارون کو جھٹکا لگا تھا۔
"کیا مطلب ضویا کے متعلق میں کیوں سوچنے لگا۔" یہ نام سن کر اس کا لہجہ سخت ہوا تھا۔
"بھول گئے بیٹا! حالانکہ یہ بھولنے والی بات تو نہیں تھی۔ اماں' ابا کی شدید خواہش تھی یہ اور بھائی جان' اماں۔" "وہ عاجز سا ہو تا انہیں ٹوک گیا۔" وہ سب پرانی باتیں تھیں۔ نانا جان اور نانو اب اس دنیا میں نہیں رہے' ان کے ساتھ ہی ان کی خواہش بھی منوں مٹی تلے جا چھپی۔ آپ پلیز! اس تذکرے کو رہنے دیں' ہم آل ریڈی ماموں کے زیر احسان ہیں۔ کیا آپ اپنے بیٹے کو ساری عمر ان کا زیر بار رکھنا چاہتی ہیں؟" اس کا لہجہ از حد تلخ اور کڑواہٹ لیے تھا۔ انہوں نے اس کی خفگی کو محسوس کیا اور گہرا سانس کھینچا۔
"کیا تم ضویا کو پسند نہیں کرتے؟" ان کے لہجے میں انجانا سا خوف در آیا تھا۔ ہارون کے چہرے سے بے بسی کا اظہار چھلکا۔
"وہ اماں۔ ! میں۔۔۔ آئی ایم سوری۔ میں نے کبھی اسے اس نظر سے نہیں دیکھا۔ لائف پارٹنر کے لیے میرے ذہن میں جو امیج ہے' وہ کم از کم ضویا جیسی لڑکی کا نہیں ہے۔" وہ جھنجلاتے ہوئے کہتا بیٹھ گیا۔
"تو پھر کیسی لڑکی کا ہے؟" خدیجہ بیگم کا لہجہ کانپا اور چہرہ متغیر ہونے لگا۔
"سائرہ خان' اماں! وہ بہت اچھی ہے' میرے دوست کی بہن ہے' اعلا تعلیم یافتہ اور سلجھی ہوئی۔" اس کے لہجے میں ہی نہیں' آنکھوں میں بھی نرمی اتر آئی۔ خدیجہ بیگم یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں۔
"یعنی تم۔۔۔ تم۔۔۔ ضویا سے شادی نہیں کرو گے؟" ان کے حلق سے سرسراتی آواز برآمد ہوئی۔ ہارون چونکا اور بہت تھکے ہوئے انداز میں ماں کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔
"کیا ممانی جان' ضویا کی شادی مجھ سے کر دیں گی؟" اس کی آواز سپاٹ تھی۔
"پتا نہیں لیکن بھائی جان ضرور ایسا چاہتے ہیں۔ ابھی پرسوں ہی انہوں نے مجھ سے بات کی ہے۔"
"اور کل شام ضویا کو دیکھنے ایک بہت ایڈوانس قسم کی فیملی آئی ہوئی تھی جو اپر کلاس کے لگتے تھے۔"
ہارون نے بھرپور مسکراہٹ سے کہتے ہوئے خدیجہ بیگم کو حیران کر ڈالا۔
"آپ ابھی خاموش رہیں اور دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ مجھے جلدی نہیں ہے۔ اماں بہتر ہو گا کہ ضویا اس گھر میں آنے کے بجائے کہیں اور کھپ جائے۔"
"ہاں! تاکہ تم اپنی پسند کی لڑکی لا سکو۔" انہیں اس کی بے نیازی کھلی تھی۔ ہارون نے مسکراہٹ ضبط کر لی اور وہاں سے اٹھ گیا۔
اسے چند روز قبل کی وہ برستی شام بہت اچھی طرح سے یاد تھی۔ جب کمرے میں واش روم سے نکلتے ہوئے اس نے ضویا کو اپنی اسٹڈی ٹیبل پر جھکے دیکھا تھا۔ آہٹ پر وہ پلٹ تھی اور اسے روبرو پا کر گھبرانے یا

Scanned with CamScanner

بوکھلانے کے بجائے وہ بہت اعتماد سے مسکرائی تھی۔ اتنے اعتماد سے کہ وہ جو اپنے کمرے میں بے تکلفانہ انداز میں جینز پر بنیان ہی پہن کر باہر آگیا تھا۔ خود کو اس کے سامنے اس حلیے میں پاکر شرمندہ سا ہو گیا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" شرٹ پہننے کے چکر میں وہ اس کی کارگزاری پر دھیان نہیں دے سکا تھا۔

"خود دیکھ لونا!" وہ ہنسی اور سراہتی ہوئی نظروں سے اسے تکنے لگی۔ ہارون اس کی نظروں کے ارتکاز کو محسوس کرتا جز بز ہوا تھا اور تیزی سے شرٹ کے بٹن بند کرنے لگا۔

"اوکے اس وقت تو تم جاؤ۔ یقیناً تمہیں کوئی سمری یاد کرنا ہوگی۔ ٹرانسلیشن کروانا ہوگی یا پھر....."

"یا پھر کچھ نہیں۔ ہارون اسرار! ان سب فضولیات کے علاوہ بھی تو دنیا میں بہت کچھ ہے۔ **مثلاً**" یہ کہ تمہارا نام بہت یونیک ہے مگر تم سے زیادہ نہیں۔ یہ بتاؤ۔ ہر روز کتنی لڑکیاں مرتی ہیں تم پر۔" اس کے نزدیک آکر آخری بٹن جو رہ گیا تھا' اس کے ہاتھ ہٹا کر خود بند کرتے ہوئے وہ اس درجہ اعتماد سے بولی تھی کہ ہارون اسرار اس کی اس جرائت کے مظاہرے دوسرے لفظوں میں بے شرمی پر دنگ رہ گیا۔

☆ ☆ ☆

طوفانی ہواؤں کے جھکڑ دروازوں اور کھڑکیوں سے سر پٹخ رہے تھے۔ بادلوں کی گڑگڑاہٹ اور بجلی کی خوفناک چمک ماحول میں پراسراریت پیدا کر رہی تھی۔

جب بجلی چمکتی تو گلاس ونڈو کا شیشہ جیسے لرزتا ہوا سا محسوس ہوتا اور یہ نیم تاریک سا کمرہ چکاچوند روشنی سے بھر جاتا۔ آف وائٹ پردے' چھت سے لٹکتا قیمتی فانوس' بلیو مخملیں صوفے ہر شے پر ایک وحشت بھری خاموشی تھی۔ اسی خاموشی کا حصہ اس کا وجود بھی تھا جو کسی پتھر کی مانند ہی ساکت تھا۔ ایزی چیئر پر نیم دراز سینے پہ ادھ کھلے فیشن میگزین کو اوندھائے وہ جانے کیا سوچ رہی تھی' تب ہی وہ دروازہ کھلنے کی آواز پر چونکی جو کہ پاؤں کی ٹھوکر سے کھولا گیا تھا۔ کیچڑ سے بھرے جوگرز نے قیمتی کارپٹ پر نقش و نگار بنائے تھے۔ وہ جیسے تڑپ کر سیدھی ہوئی۔

"اسٹاپ اِٹ ایزی شیم آن یو۔" اس نے انگشت شہادت کی مدد سے کارپٹ پر کیچڑ سے بن جانے والے جوتوں کے نشانوں کی سمت اشارہ کرتے ہوئے ملامتی نظروں سے اسے گھورا۔

"یہ کارپٹ تمہارے باپ نے تو نہیں بچھوایا یہاں پر۔" اس کا لہجہ اس کے چہرے کے نقوش کی طرح ہی تھا۔

"اوہ لیس! میرے باپ نے نہیں بچھوایا تو تمہارے باپ نے بھی نہیں بچھوایا۔ یہ تو ہماری مشترکہ ممی نے بچھوایا ہے۔ جو اتنی امیر کبیر ہے کہ اتنے ہی دس کارپٹ بھی تمہیں لا کر دے سکتی ہے۔ لو میرے لال اور انہیں بے دریغ گندا کر دو۔" اس نے چڑ کر کہا۔

ایزی نے جیسے اس کی کسی بات پر بھی توجہ نہیں دی۔ بڑا سا مخملیں فلور کشن گھسیٹا اور اسے سر کے نیچے رکھ کر لمبا لمبا لیٹ گیا۔

"خیریت! تم اتنی رات تک جاگ رہی ہو؟"

جینز کی جیبیں ٹٹول کر گولڈلیف کا سگریٹ کیس اور لائٹر نکالنے کے بعد وہ سگریٹ نکال کر لبوں میں دباتا اب شعلہ دکھا رہا تھا۔ اسوہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ہاں۔"

ایزی جو نیا سگریٹ سلگانے کو ڈبیا اٹھا رہا تھا' سرعت سے ہاتھ پشت کے پیچھے لے گیا۔ سامنے موجود عورت نائٹ گاؤن میں ملبوس تھی۔ ان کے ریشمی لانبے گھنیرے بال ان کی پوری پشت کو چھپائے ہوئے تھے۔ وہ اس عمر میں بھی اتنی جاذب نظر' اتنی پرکشش شخصیت کی مالک تھی کہ ایک کے بعد دوسری نگاہ اس پر خود بخود اٹھتی تھی۔

"نہیں' بس یونہی' بس جا ہی رہے تھے سونے۔"

جواب اسوہ نے دیا تھا جبکہ ایزی میکانکی انداز میں اٹھ کر اپنے بیڈروم کی سمت بڑھ چکا تھا۔ جب ان کی ٹھہری ہوئی آواز پر ٹھٹکا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

"جی۔" وہ اچانک مڑا۔

"بیٹے اگر جوتے خراب ہوں تو انہیں باہر اتار دیا کرتے ہیں۔" ایزی نے تنک کر اسوہ کو دیکھا' جو مسکراہٹ ضبط کرنے کی کوشش میں سرخ ہو رہی تھی۔ وہ پیر پٹختا ہوا اپنے بیڈ روم میں چلا گیا جبکہ اسوہ اپنے بیڈ پر لیٹ کر آنکھیں موند کر سوچنے لگی۔

وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ جس کی تلاش میں در در کی خاک چھانتی پھری ہے' وہ اسے مایوسی کے کناروں پر تھکن کی انتہاؤں پر یوں اچانک مل جائے گا۔ فضا میں حبس تھا۔ آسمان کا رنگ سیاہی مائل سرخ ہو چکا تھا۔ بارش کے آثار تھے' جب وہ گھر سے نکلی اور اسٹیڈیم روڈ سے ٹرن لے کر چرچ روڈ کی سمت آگئی تھی اور تب ہی اسے لگا تھا جیسے برستی بوندوں نے سر تال ملایا ہے اور فضائیں مہک اٹھی ہیں۔

سر تاپا بارش میں بھیگتا وہ ایک شخص جسے اس کی نگاہ کی خواہش نے کہاں کہاں اور کس کس جتن سے نہیں کھوجا تھا۔ سڑک کنارے چلتا ہوا کتنا بے نیاز دکھ رہا تھا۔ اس نے تو جیسے خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے گاڑی بیچ سڑک پر روکی۔ ایک افراتفری کے سے عالم میں اس کے پیچھے بھاگی تھی۔ یوں اس طرح کہ اسے پھر سے کھو دینے کا خوف اسے ہراساں کر رہا تھا۔

"سنیں۔۔۔ سنیں۔۔۔ پلیز۔۔۔" وہ بارش کیچڑ اور گاڑیوں کی پروا کیے بغیر لپکتی ہوئی اس تک آئی تھی۔ وہ اچانک رکا تھا اور حیران سا ہو کر پلٹا۔ اس کی بڑی بڑی بادامی آنکھوں میں نہ کوئی شناسائی کی رمق تھی' نہ ہی کوئی پہچان بلکہ وہ کیسی حیرانی اور بیگانگی سمیت اسے تک رہا تھا۔

"اوہ گاڈ۔۔۔! اگر اب بھی تم نہ ملتے نہ تو مجھے لگنے لگا تھا میں تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے مرجاؤں گی۔" اس کا لہجہ خوشی کے احساس سمیت بے ربط ہو چلا تھا۔

اس نے اب کے ذرا دھیان سے مگر کڑی نگاہ سے اسے دیکھا مگر ان آنکھوں میں پہچان کا رنگ پھر بھی نہیں اترا تھا۔

"واٹ نان سینس۔ کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ ہیں کون اور یہ جذباتی تقریر کس سلسلے میں فرما رہی ہیں؟" اس کا لہجہ بہت سخت اور تلخ تھا۔

اسوہ کے اندر یکلخت چھناکا ہوا' وہ ایک دم چپ سی ہوئی تھی۔ اس نے بہت ٹوٹی ہوئی آس سمیت اسے دیکھا۔ یوں جیسے وہ یقین نہ کر پائی ہو کہ وہ واقعی اسے فراموش کر چکا ہے۔

"آ۔۔۔ آپ کو واقعی یاد نہیں' کچھ بھی۔" اس کے مدھم لہجے پر آنسوؤں کی نمی غلبہ پانے لگی۔

"مگر کیا؟" وہ جھنجلانے لگا۔ بیچ راہ یوں راستہ روک کر کھڑا کرنے والی یہ لڑکی اسے کھسکی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"وہی۔۔۔ وہی حادثہ۔۔۔ جب آپ میری گاڑی سے ٹکرا گئے تھے اور میں۔۔۔"

"اوہ۔۔۔" اسے جھٹکا لگا۔

"تو وہ تم تھیں۔" وہ آنکھیں نکال کر پھنکارا کچھ اس طرح کہ اسوہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ بارش اسی تواتر سے دونوں کو بھگو رہی تھی۔ اس نے مجرمانہ سے انداز میں سر جھکا لیا۔

"میں آئی تھی اگلے روز ادائیگی کرنے اور آپ کی عیادت۔۔۔"

"آپ کو یہی مجھے بتانا تھا۔" اس نے طنزیہ سوال کیا۔ اسوہ لاجواب سی ہو گئی اور بے بس سی ہو کر ٹکر ٹکر اسے دیکھنے لگی۔ وہ اسے وہیں چھوڑ کر لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھ گیا۔ وہ کبھی بھی اسے ایک بار پھر نہ کھوتی' اگر وہ ایک رکشہ روک کر اس میں بیٹھ کر نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جاتا۔

"اگر یہ محبت ہے تو کاش! مجھے یہ محبت نہ ہوئی ہوتی۔"

ایک تارہ اس کی آنکھ سے ٹوٹ کر چپکے سے تکیے میں جذب ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

ہارون نے جھنجلا کر فائل بند کر دی' اس کا ذہن منتشر تھا' وہ یکسوئی سے کوئی کام بھی نپٹا نہیں پا رہا تھا۔

Scanned with CamScanner

اپنے دو سالہ کیریر میں اس نے بہت سے مشکل کیس خوش اسلوبی سے ہینڈل کیے تھے اور کامیاب بھی رہا تھا۔ سینئرز آفیسر اس کی ذہانت کے قائل اور ان تھک محنت کو پسند کرتے تھے مگر زندگی میں اس مقام پر وہ جیسے اندر سے کمزور پڑنے لگا تھا۔ اماں کی ناراضی اس کے اعصاب کے تناؤ میں اضافہ کر رہی تھی۔ ایک ہی ضد اور وہ بھی بے جا۔ کیا وہ ضویا سے شادی کرنے کے بعد اسے وہ مقام دے پائے گا جو سائرہ کو اس کا دل کب کا دے بھی چکا ہے۔ کیا وہ اسے محض اس لیے اپنی زندگی کا حصہ بنا لے کہ اس کی ماں اپنے بھائی کے احسانوں کا بار اتارنا چاہتی ہے۔ احسان فراموش تو وہ بھی نہیں تھا مگر احسان کا بدلہ اس طرح چکانے پر بھی وہ آمادہ نہیں تھا کہ ساری عمر کا روگ پال لے۔ اس نے سر کرسی کی پشت سے ٹکا دیا۔ تخیل کے پردے پر سائرہ کا دلنشیں سراپا لہرانے لگا تو ایک آسودہ مسکراہٹ آپ ہی آپ اس کے لبوں پر آن ٹھہری۔

ضویا کی عادات و اطوار کیا تھیں، اس نے کبھی ان پر غور کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ پہلی مرتبہ وہ تب چونکا تھا، جب ضویا اپنی فرینڈز کے ساتھ اس کے سامنے آئی تھی۔ وہ سب کی سب جن نظروں سے اسے دیکھ رہی تھیں، وہ ان سراہتی اور ستائشی نگاہوں کا اب عادی ہو چکا تھا۔ صنف نازک کا اپنی طرف جھکاؤ اب اسے حیران نہیں کرتا تھا مگر ضویا کی فرینڈز کی حرکات اور اشارے بازیوں پر وہ تشویش کا شکار ہوا تھا۔ ضویا کا میل جول اتنی غلط لڑکیوں سے ہو گا، اس نے کبھی سوچا نہیں تھا۔

"کیا سوچا جا رہا ہے یوں مسکرا مسکرا کے؟" مگر جھٹکا اسے اس وقت لگا تھا جب اس نے ضویا کا جھکاؤ اپنی طرف محسوس کیا۔ ہارون نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کم از کم تمہیں نہیں۔ بائی دا وے، تمہیں کسی نے اتنا بھی نہیں بتایا کہ رات کو اس پہر کسی غیر محرم مرد کے کمرے میں آنا کتنی آکورڈ حرکت ہے۔"

اس کا لہجہ بلا کا سرد اور تلخ تھا اور یہی تلخی بے گانگی ضویا کو آگ لگاتی تھی۔ وہ ہارون کو اب بھی خود سے کمتر سمجھتی تھی۔

"اپنے گھر کے کسی حصہ میں بھی آتے جاتے مجھے قطعی اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں یہ بات بھولنا نہیں چاہیے کہ تم ہمارے گھر کے ہی ایک کمرے میں موجود ہو۔"

وہ بات کرتے ہوئے اس کی کرسی، جس پر وہ بیٹھا تھا، بالکل ہتھے پر آ کر ٹک گئی۔ فل فٹنگ کی جدید تراش خراش کی شرٹ کا گلا انتہائی گہرا تھا وہ بہکا دینے کی حد تک حسین تھی۔ وہ بہت مضبوط اعصاب رکھتا تھا مگر اس طرح سے آزمائش میں پڑنا وہ جھلا اٹھا۔ ناگواری اور برہمی کے ساتھ اسے دھکا دے کر دور ہٹایا۔

"کیا کہوں تم کو، مجھے اس بات پر افسوس ہے کہ تمہاری جیسی سطحی سوچ کی معمولی لڑکی میرے ماموں کی اولاد ہے، جسے نہ ان کی عزت کی پروا ہے نہ۔۔۔"

"شٹ اپ۔ جسٹ شٹ اپ۔" اس کی غضب سے بھری دھاڑ ہارون کی سرد و سفاک آواز پر غالب آگئی۔

"میں یہاں تمہارا درس سننے نہیں آئی۔ تم یہ بتاؤ، انکار کیوں کر رہے ہو؟" وہ بپھری ہوئی شیرنی کی طرح کڑے تیور لیے سوال کر رہی تھی۔

"خود سے پوچھو، کیا کمی ہے تم میں، جو میرے انکار کی وجہ بنتی۔" وہ جواباً لحاظ کیے بنا تند لہجے میں بولا۔

وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی تھی پھر ایک وحشت کے سے عالم میں اسے پیچھے کی جانب دھکا دیتے ہوئے غرائی۔

"ایک بات یاد رکھنا ہارون! مجھے ہر قیمت پر تمہیں حاصل کرنا ہے۔" وہ گویا اسے دھمکا کر وہاں سے چلی گئی۔ ہارون لب بھینچے کھڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

نماز فجر کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر سے بستر میں گھس گئی تھی۔ سردیوں کا آغاز ہو چکا تھا۔ ان کے گھر میں تو یوں بھی موسم اپنی پوری شدت کا احساس بخشتے تھے۔

Scanned with CamScanner

گرمیاں ہوتیں تو دھوپ کی پہلی کرن جیسے ان ہی کے آنگن میں آتی، اور آخری شعاع تک ٹکی رہتی تھی۔ سردی میں دھوپ اسی قدر بے اعتنائی برتا کرتی۔ چھوٹا سا آنگن اور برآمدہ دو کمرے، کچن، باتھ روم۔ یہ تھی اس کی جنت جس میں وہ بہت مطمئن اور خوش باش بھی تھی۔ خرابی تو اس ایزی کے بچے نے پیدا کر کے رکھ دی تھی۔ جب سے یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوا تھا، پریشانیوں اور تفکرات نے جیسے اس کے دل و ذہن کو جکڑ کر لیا تھا۔ اتنی نازیبا حرکت کی تھی کہ وہ غصے میں اسے تھپڑ مار بیٹھی تھی۔ وہ ڈر کر گھر بیٹھنا بھی نہیں چاہتی تھی، جب ہی رابعہ کے منع کرنے کے باوجود بھی یونیورسٹی چلی آئی تھی۔

"میں نے کہا بھی تھا چند دن مت آنا، معاملے کو ٹھنڈا ہونے دیتیں۔"

"رابی!" اس نے ٹوک دیا۔ "میں نہ بزدل ہوں اور نہ ہی ڈرپوک۔ پلیز! ایسا سبق مت پڑھاؤ مجھے۔"

اسے جانے کیوں رابعہ پر بھی غصہ آگیا تھا اور رابعہ مزید کچھ کہے بنا کتاب پر جھک گئی تھی۔ سارا دن خیریت سے گزرا تھا، وہ کہیں نظر نہیں آیا اور جب وہ چھٹی کے بعد گیٹ سے نکل کر اپنے پوائنٹ کے انتظار میں کھڑی تھی، وہ اچانک جانے کہاں سے آن دھمکا تھا۔

"ہائے مجھ سے دوستی کر لو۔ فائدے میں رہو گی لڑکی، ورنہ نقصان کی ذمہ دار تم خود ہو گی۔"

اس نے بہت عجیب سی نظروں سے اسے دیکھ کر بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔ حوریہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا اور نفرت سے منہ پھیر لیا۔

"ٹھیک ہے، تمہیں آسان زبان سمجھ میں نہیں آتی۔" وہ دھپ دھپ کرتا گاڑی میں بیٹھ گیا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے آگے بڑھی تھی۔

"میں نے کہا تھا نا کہ......"

"کیا کرے گا یہ؟" وہ رابعہ کی بات کاٹ کر چیخی۔

رابعہ نے جواباً سنجیدہ نگاہ اس کے سرخ ہوتے چہرے پر ڈالی اور دوسری تماشا دیکھنے والوں پر۔

"عورت کے پاس اس کی سب سے قیمتی چیز اس کی عزت ہوا کرتی ہے، وہ جس حد تک گھٹیا ہے اس سے کچھ بعید نہیں کہ وہ..."

اور حوریہ پوری جان سے کانپ گئی تھی۔ غم و غصے کی زیادتی نے اسے یہ کیوں بھلا دیا تھا کہ وہ ایک لڑکی ہے۔ کمزور، بے بس اور....

☼ ☼ ☼

"پلیز! یہ بل کلیئر کر لیں۔" اس نے اپنے دھیان میں مطلوبہ اشیاء جو اس نے یہاں سے خریدی تھیں، کاؤنٹر پر ڈھیر کر کے جیسے ہی سر اونچا کیا، اس کا دل جیسے پوری قوت سے سکڑ کر پھیلا اور بے تحاشا دھڑکتا چلا گیا۔ وہی تھا جو پہلی ملاقات میں ہی اس کا چین سکون چھین کر لے گیا تھا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ اسے یہاں ایک سیلز مین کی حیثیت سے مل جائے گا۔

"آ... آپ یہاں ہوتے ہیں، بہت اچھا لگا آپ کو یہاں دیکھ کر۔" اس نے خوشی سے چھلکتی آواز میں بہت جذب سے کہا تھا۔ اس نے کچھ چونک کر جذبات کی شدتوں سے گلنار ہوتا چہرا لیے کھڑی اسوہ کو کچھ تحیر سے دیکھا۔ اس نگاہ کی اجنبیت اور تحیر اسوہ کے جوش و خروش اور خوشی پہ اوس ڈال گئی۔ وہ ایک پل کو بالکل چپ سی ہو گئی تھی۔

"یہ آپ کا بل ہے۔ پے منٹ وہاں کر دیں۔" اس نے داہنی جانب کاؤنٹر پر اشارہ کر کے گویا رہنمائی کی۔ اسوہ سلگ کر رہ گئی۔

"اونہہ! ایک معمولی سیلز مین ہو کر یہ نخرہ۔" اس نے ناک چڑھائی اور اشیاء کا شاپر اور بل اٹھا کر پلٹی۔ معاً کچھ خیال آنے پر گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"سنو، صرف اچھی صورت پر اتنی بے نیازی کچھ جچتی نہیں اور کچھ نہیں تو کم از کم کوئی عزت والا کام تو کرتے۔ یہاں تو ذرا سی لغزش پر اونر تمہیں دو منٹ میں بے عزت کر کے رکھ دیتا ہو گا۔" وہ اپنی انا کو طنز کے پردے میں لپیٹ کر نظر انداز ہونے کا بدلہ چکا رہی تھی مگر اس نے دیکھا۔ اس کی اتنی سخت بات کے باوجود بھی

اس کے وجیہہ مردانہ چہرے پر نہ تو کوئی خجالت بکھری ہے' نہ ہی کسی قسم کی کوئی سبکی بلکہ وہ بہت مطمئن انداز میں اگلے کسٹمر کی سمت متوجہ ہو گیا تھا۔ اسوہ پیر پٹختی ہوئی وہاں سے نکلی۔

☼ ☼ ☼

ہارون کی اضطرابی کیفیت میں بجائے کمی آنے کے اضافہ ہی ہوا تھا۔ اماں سے کل اس کی حتمی بات ہوئی تھی کیونکہ کل ہی ماموں نے ان سے ضویا کی شادی کی تاریخ پکی کرنے کی بات کی تھی۔ نہ جانے کیوں شادی کی اتنی جلدی مچا رہے تھے۔ ہارون کو تو ایسا ہی لگنے لگا تھا جیسے انہیں ضویا کی غلط کمپنی کا علم ہو گیا ہے۔ ساتھ ساتھ اس کی بے باکی کا بھی' جب ہی تو وہ اپنی ذمہ داری اس کے سر ڈال کر خود بری الذمہ ہونا چاہتے تھے اور یہی بات ہارون کو تاؤ دلا رہی تھی اور اسی تاؤ میں جب اس نے اماں سے حتمی انکار کیا تو اماں ایک حد تک اسے سمجھانے کے بعد اب روٹھ کر اپنی سہیلی کے ہاں چلی گئی تھیں۔ دو دن ہو گئے تھے انہیں گئے اور اس ذہنی الجھن نے اسے بخار میں مبتلا کر دیا تھا۔ بھوک کی وجہ سے چڑچڑاہٹ میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ نقاہت سی طاری ہو چکی تھی' جب ہی وہ بستر پر لیٹتے ہی غافل سا ہو گیا۔

اسے یونہی بے سدھ پڑے جانے کتنی دیر گزر چکی تھی' جب ہلکی سی آہٹ کے ساتھ ضویا بہت محتاط سے انداز میں اندر داخل ہوئی۔ ہاتھ میں ٹرے تھی جس میں چائے کے ساتھ کچھ اسنیکس بھی تھے' اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

وہ ذرا سا آگے بڑھی اور اس پر جھک کر کاندھے کو پکڑ کر ہلکا سا جھنجوڑا۔

"ہارون۔۔۔!" وہ خاموش رہی۔ "ہارون!" اس نے اب کی مرتبہ اس کی صبیح کشادہ پیشانی پر بکھرے بالوں کو سمیٹا۔ ہارون نے نقاہت زدہ سے انداز میں بوجھل پلکیں اٹھائی تھیں۔ جلتی ہوئی سرخ انگارہ آنکھوں میں اس وقت کیا تھا' ضویا قطعی نہ سمجھی۔

"کچھ کھا لو ہارون! مجھے پتہ ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔" اس کے لہجے میں ملائمت' نرمی اور محبت سب کچھ تھا۔ ہارون نے جواب نہیں دیا۔ اس کا سلگتا ہوا ذہن دھوئیں سے بھرنے لگا۔ یہ وہی وجود تھا' جس سے اسے کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی۔ یہ وہ وجود تھا جس نے بہت سے مقامات پر اس کی توہین کے بعد خوشی محسوس کی تھی اور اب اس کی سب سے قیمتی متاع اس کی ماں تک چھین لی تھی۔ وہ اپنے بیٹے پر اسے ترجیح دے کر چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔

"ہارون۔۔۔ اٹھو نا۔" وہ ایک بار پھر پکار رہی تھی۔ ہارون کی پیشانی پر دیکھتے ہی سلوٹیں نمایاں ہوئی تھیں۔ آنکھوں سے تبھی بلا کی وحشت جھلکنے لگی۔ ضویا نے اس کی نگاہوں کی وحشت سے خوف زدہ سا ہو کر پیچھے ہٹ جانا چاہا تھا کہ عین اسی پل ہارون نے بجلی کی سی تیزی سے بازو دبوچتے ہی ایک جھٹکے سمیت اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔ ضویا اس اچانک حملے کے لیے قطعی تیار نہیں تھی۔ اس قدر بدحواس ہوئی کہ حلق سے آواز نہ نکل سکی۔

"بہت پسند ہوں میں تمہیں؟" اس کے حلق سے غراہٹ نما آواز نکلی تھی۔ ضویا کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ ہارون کے چہرے اور آنکھوں میں ایسی وحشت اُمڈ آئی تھی' جو کسی بھی انسان کو حیوان بنانے میں ایک پل نہیں لگاتی۔ ضویا بھی اس پل اس کی حیوانیت کی ہی بھینٹ چڑھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

کالج میں الوداعی پارٹی تھی۔ وہ سب جوش و خروش سے پروگرام بنا رہی تھیں۔ حوریہ بھی رابعہ کے ساتھ اس دن پہنے جانے والے لباس کو ڈسکس کرتی اس وقت بہت خوشگوار موڈ میں نظر آ رہی تھی' جب اس بھاری بھرکم گونج دار آواز پر اپنی جگہ سے اچھل گئی۔ پلٹ کر دیکھنے کی نوبت نہیں آئی' وہ خود سامنے آ گیا تھا۔ لبوں پر محظوظ ہوتی اور مخالف کو زچ کرتی ہوئی

paksociety.com

Scanned with CamScanner

مسکراہٹ تو آنکھوں سے ٹپک رہی، جنوں خیزی جو حوریہ کو خوفزدہ کردیا کرتی تھی۔ حوریہ کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اٹھنے کے لیے رابعہ کو اشارہ کیا۔

وہ جیسے ہی آگے بڑھی، ایزی نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا۔

"تمہاری عزت کی پروا ہے جانِ من! جب ہی اپنے دوستوں کے بغیر آیا ہوں۔ بتاؤ کیا فیصلہ کیا؟" وہ لوفرانہ سے انداز میں بالوں میں ہاتھ پھیرتا اپنی آنکھوں سے گویا اس کے وجود کا پوسٹ مارٹم کررہا تھا۔

"مم... میں لڑکوں سے دوستی کی قائل نہیں ہوں تمہیں آخر میں ہی کیوں نظر آتی ہوں۔" اس کے خوف پر غصہ اور جھنجلاہٹ غلبہ پانے لگی۔

"اوہ آئی سی۔" ایزی نے ہونٹ سکوڑ کر تمسخرانہ نظر اس پر ڈالی پھر بڑی ادا سے اس کی جانب جھک کر بولا۔ "صحیح کہتی ہو۔ حسین لڑکیوں کی تو مجھے واقعی کمی نہیں، البتہ یہ تمہارے مجھ سے پنگا لینے کی سزا ہے۔" سگریٹ نکال کر سلگانے کے بعد اس نے گہرا کش لیا تھا۔ حوریہ کترا کر نکلنے لگی تھی کہ ایزی نے اب کی مرتبہ اس کی کلائی اپنے فولادی ہاتھ میں جکڑلی تھی اور خفیف سا جھٹکا دے کر اسے اپنے مقابل کھینچ لیا۔ حوریہ کی کلائی پر جیسے الاؤ دہک اٹھے۔ خفت، بے بسی اور شدید اشتعال نے اس کی آنکھوں میں دھند سی بھر دی۔

"تم... میں تھوکتی ہوں تم پر، سمجھے۔" بھرپور مزاحمت کرتے ہوئے وہ غرائی۔

"سنو احمق لڑکی! تم مجھ سے کبھی بھی اپنا آپ نہیں چھڑا سکتیں۔ یاد رکھنا اس بات کو۔" اس کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے وہ عادت کے مطابق دھمکی دے کر پلٹ گیا۔ حوریہ کی آنکھوں میں ٹھہری دھند نے پانی کی شکل اختیار کرلی اور ٹپ ٹپ بے بسی کے آنسو بہنے لگے۔ رابعہ نے ٹھنڈی سانس بھری پھر سر جھٹک کر تاسف سے اسے تکنے لگی۔

"سنو، کب تک اسے یہ تماشا کرنے دوگی۔ کسی سے تو اس کی شکایت کرو۔"

"وہ بہت غلط آدمی ہے رابی! میں کچھ بھی نہیں کرسکتی۔" اسے اپنی کمزوری کا احساس دلا رہا تھا۔ رابعہ بس اسے خاموشی سے دیکھتی رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

روشن دان سے چھن چھن کر آتی سورج کی تیز شعاعیں براہِ راست اس کے چہرے پر پڑ رہی تھیں، وہ آنکھیں کھولے چھت کو گھور رہا تھا۔ ایسا کیا تھا ان لمحوں میں کہ وہ اس حد تک گر گیا۔ احساسِ گناہ اسے رات سے اب تک جانے کتنی بار اذیت انگیز موت مار چکا تھا۔ انتقام تھا نفرت یا پھر وحشت کی انتہا کہ وہ حواس گنوا گیا تھا اور اب ایسی ندامت تھی، ایسی پشیمانی تھی کہ وہ اندر ہی اندر کٹ رہا تھا، تب ہی کمرے کے باہر خدیجہ بیگم کے قدموں کی مخصوص آہٹ ابھری اور اگلے ہی لمحے وہ اندر چلی آئیں۔

"ہارون!" انہوں نے اسے ساکت اور گم صم پاکر بے اختیار پکارا۔

"ہارون! کیا ہوگیا بچے؟" خدیجہ بیگم اس کی اداسی کو پاکے تڑپ سی گئیں۔

"ہارون!" انہوں نے بڑھ کر اس کا سر سہلایا۔ خطرناک حد تک زرد پڑتی رنگت اور آنکھوں کے نیچے موجود حلقے۔ وہ تو اس کی حالت دیکھ کر بے قرار سی ہوگئیں۔

"خفا ہو ماں سے۔" وہ ذرا سا مسکرائیں۔ ہارون نے اسی پل انہیں دیکھا تھا۔

"اف۔" ان کا دل کانپ سا گیا۔

"ہارون... میرے بچے... ! کیوں رہا تو۔ ہاں ماں صدقے... کوئی خفا ہوتا ہے تو ہوتا رہے، مجھے نہیں پروا۔ میں تو تیری پسند کی ہی لڑکی کو اپنی بہو بناؤں گی۔" وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بے اختیار ہوئیں تو ہارون نے بے اختیار سختی سے لب بھینچے تھے، اتنی سختی سے کہ لہو کا ذائقہ اس کے منہ میں گھلنے لگا۔ وہ بے اختیار چیخا۔

ذمت، کچھ کہیں اماں! چپ ہو جائیں۔ مجھے کچھ نہیں سننا۔"

"کیوں.... کیوں نہیں سننا تو نے۔ ارے میں کہہ دوں گی بھائی سے مجھے اپنے بیٹے سے بڑھ کر کچھ نہیں، کچھ نہیں۔"

"جب مجھ سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا اماں! تو پھر مجھے چھوڑ کر کیوں چلی گئی تھیں۔ کیوں مجھے اکیلا کر دیا تھا!"

وہ کسی ننھے بچے کی طرح ہی ان کی آغوش میں منہ چھپا کر رو دیا تھا۔ اس وحشت سے کہ اماں کے ہاتھ پیر پھول گئے تھے۔

"ک.... کیا.... ہوا....؟" کسی انہونی کا احساس انہیں سہمانے لگا۔

"سب کچھ ہی تو غلط ہو گیا اماں! کچھ بھی صحیح نہیں رہا۔" وہ یونہی گھٹ گھٹ کر بے ربط روتا رہا۔ خاصی دیر بعد وہ خود ہی سنبھلا تھا اور تکیے میں منہ چھپا کر ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔

✰ ✰ ✰

"کتنی خوبصورت ہیں یہ۔ ہے نا؟" حوریہ نے بے انتہا دلچسپی اور شوق کے عالم میں سامنے موجود وی آئی پی مہمان کی حیثیت سے براجمان ملک کی مشہور و معروف ناول نگار مسز ایف ایم چوہدری کو دیکھتے ہوئے رابعہ کی رائے لینا چاہی۔

"ہاں، بلاشبہ۔" رابعہ نے پوری شد و مد سے سر ہلا کر تائید کی۔ وہ خود بھی لکھتی تھی اور ایک ماہنامہ میں اس کی تحریریں شائع بھی ہوتی تھیں۔

سالانہ تقریبات میں جہاں اور بہت سے اہتمام ہوتے تھے، وہاں شعری مقابلے کا بھی انعقاد ہوا تھا جج کی حیثیت سے شاعرہ اور افسانہ نگار مسز ایف ایم چوہدری کو بلوایا گیا تھا، جو نہ صرف نوجوان نسل کی بلکہ ہر عمر کے لوگوں کی پسندیدہ ترین ادیبہ تھیں۔ یونیورسٹی کے طالبات کا جوش و خروش دیکھنے کے لائق تھا۔ رابعہ اور حوریہ بھی بے حد مشتاق تھیں اور اب انہیں روبرو پا کے تو گویا وہ مبہوت رہ گئی تھیں۔ فیروزی ساڑھی جس کے بارڈر پر میٹل کا انتہائی دیدہ زیب کام جھلملا رہا تھا۔ بالوں کا سادہ جوڑا اور فریش خوب صورت چہرا۔ انہیں اس عمر میں باوقار جاذبِ نظر اور بے انتہا دلکش دکھلا رہا تھا۔

تقریب کے اختتام پر رابعہ اسے زبردستی کھینچ کر ساتھ لے گئی تھی۔

"ہائے میم.... ہاؤ آر یو۔"

رابعہ کا اعتماد قابلِ دید تھا۔ مسز چوہدری جو لڑکیوں کو آٹوگراف دے رہی تھیں، ذرا کی ذرا متوجہ ہوئیں اور ایک حوصلہ افزا مسکراہٹ سے نوازا۔

"آپ کو آٹوگراف لینا ہے؟" لڑکیوں سے نپٹ کر وہ ان کی سمت متوجہ ہوئی تھیں۔

"نو میم.... مجھے تو آپ سے اصلاح لینی ہے۔ ایکچوئلی میں رائٹر ہوں، نو آموز رائٹر۔ کیا آپ میری...."

"وائے ناٹ، آپ آئیں۔ مجھے خوشی ہو گی۔" انہوں نے اس کی بات کاٹ کر اپنا وزٹنگ کارڈ بیگ سے نکال کر رابعہ کی سمت بڑھایا اور چیئرمین کی طرف بڑھ گئیں۔

"ہائے کتنا یونیک سا ہے؟" حوریہ نے اشتیاق سے کہا۔

"ہوں مگر ان کا بیٹا تو بالکل یونیک نہیں ہے، ہر لحاظ سے الٹ۔ جانے کس پر پڑا ہے۔" رابعہ نے منہ بنایا۔

"تم ان کے بیٹے کو کیسے جانتی ہو؟" حوریہ ابھی تک کارڈ کو دیکھ رہی تھی۔

"پہلے نہیں جانتی تھی، آج پتا چلا ہے۔ ایزی ان کا بیٹا ہے۔"

"واٹ۔" حوریہ کو گویا کرنٹ لگا تھا۔ کارڈ اس کی انگلیوں کی گرفت سے پھسل کر زمین پر جا گرا۔

✰ ✰ ✰

بہت دنوں کے بعد دھوپ نکلی تھی اور بہت دنوں کے بعد ہی وہ اپنے کمرے سے باہر آیا تھا۔ خدیجہ بیگم

صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھی عینک لگائے سبزی بنانے میں مشغول تھیں۔ اسے دیکھا تو مسکرائیں۔

"یہاں آجاؤ دھوپ میں۔" خدیجہ بیگم نے اس کے لیے اپنے برابر جگہ بنائی۔ ہارون کے چہرے پر کھنڈی زردی اور اضمحلال کچھ اور گہرا ہو گیا۔ یہ ان کی توجہ، ان کی محبت اور شفقت سب اس کے لیے ہے۔ اگر انہیں پتہ چل جائے میں کیا کر چکا ہوں، تب بھی یہ "اف"۔

اس نے بے ساختہ جھرجھری لی اور آنکھیں سختی سے میچ لیں۔ انہیں نہ بھی پتہ چلے، تب بھی خدا تو جانتا ہے کہ میں کتنا لتھڑ چکا ہوں گندگی میں۔

"مائی گڈنیس، یہ کیا کر دیا میں نے۔"

اس نے مٹھی میں پیشانی کے بال جکڑ کر جھٹکا دیا۔

"ہارون! کیا ہوا بیٹے، کیا سر میں بہت درد ہے؟"

خدیجہ بیگم سے اس کی یہ حرکت چھپی نہ رہی تھی۔ سو تشویش فطری تھی۔ ہارون کے جبڑے بھینچ گئے۔

"اماں!" وہ کراہا تھا۔

"ہاں، اماں کے چاند! مجھے بتاؤ ایسا کیا ہوا میرے پیچھے کہ تجھے تو چپ ہی لگ گئی۔ نہ ڈیوٹی پہ جاتے ہوئے، وہ تو خیر ٹھیک ہو کر چلے جاؤ گا مگر یوں گم صم کیوں ہو گئے ہو؟" انہوں نے دہائی دینے کے انداز میں کہنا شروع کیا جبکہ ہارون ایک بار پھر پل صراط پر آگیا تھا۔

"مجھے اس لڑکی کا پتہ دو، میں رشتہ ڈال آتی ہوں۔" تو انہوں نے پیار سے کہتے ہوئے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔

ہارون کا دل اداسی میں ڈوب گیا۔ "اماں! اس لڑکی کی شادی ہو گئی ہے، اب وہ مجھے نہیں مل سکتی۔"

"اف... ایک جھوٹ کو چھپانے کو کتنے جھوٹ بولوں گا میں۔" اس کے ضمیر نے ملامت کی تھی۔ اماں اداس سی ہو کر اسے دیکھنے لگیں، پھر گہرا سانس کھینچا۔

"اوہ تو اس لیے تو اداس ہو رہا ہے۔" وہ معصوم سادہ عورت اس نتیجے پر پہنچیں۔ ہارون نے جھکا سر نہیں اٹھایا۔

"اماں!" وہ خاصی دیر بعد بولا۔ "آپ ضویا کے لیے ماموں کو ہاں کہہ دیں اور تاریخ کوئی نزدیکی کی رکھیے گا۔" وہ اٹھا اور قدم گھسیٹتا ہوا باہر نکل گیا۔

خدیجہ بیگم حیران سی اس کے الجھے رویے کو سوچنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

ونڈ اسکرین پر شفاف بوندوں کا رقص جاری تھا۔ وہ بہت مگن انداز میں گاڑی ڈرائیو کرتے زیر لب گنگنا رہی تھی، جب کوئی شخص اس کی گاڑی کے نیچے آتے آتے بچا۔ اگر وہ بروقت بریک نہ لگا دیتی تو جانے کیا ہو جاتا۔ دروازہ کھول کر وہ تیزی سے باہر نکلی اور لپک کر اس شخص کے پاس آئی جو خود بھی اسی کی طرح اس دھچکے سے بمشکل سنبھلا۔ ابھی اسی تشکر و ممنونیت کی کیفیت سے باہر نہیں نکلا تھا۔

"آہم... مے آئی ہیلپ یو؟" تیزی سے برستی بارش کی بوچھاڑ میں بھیگتا وہ پچاس سے پچپن سالہ سراپائی گریس فل اور شاندار قسم کی شخصیت کا مالک شخص تھا، جسے دیکھ کر بندہ خوامخواہ مرعوب ہو جائے۔ اس آواز پر وہ چونکا تھا اور کچھ تحیر آمیز حیرانی سے دیکھا۔

"نو تھینکس۔" اور قدم بڑھا دیے۔

اسوہ کچھ خفیف سی ہو گئی۔

"آئی ایم سوری سر! غلطی میری ہی تھی، لیکن میں..."

وہ بھاگ کر اس کے مقابل آئی تھی اور ساتھ چلتے ہوئے وضاحتی انداز میں بولی۔

"اٹس آل رائٹ۔ ڈونٹ مائنڈ..." وہ ذرا سا مسکرایا۔

نہ جانے کیوں اسوہ کو اس سے کچھ عجیب سی اپنائیت کا احساس ہو رہا تھا۔

"سر! اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو میں آپ کو ڈراپ کر دوں۔ آئی مین، بارش ہو رہی ہے اور آپ پیدل۔ پتہ نہیں کتنی دور گھر ہے آپ کا۔"

اسوہ نے کھسیا کر کہا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

”لگتا ہے آپ کچھ زیادہ ہی حساس ہیں بیٹا! آئی ایم آل رائٹ اور میں چل سکتا ہوں۔ بارش کیا کہتی ہے‘ یہ تو خدا کی رحمت ہے۔“ اس نے مسکرا کر اس کی خجالت کم کرنا چاہی۔

”مگر مجھے خوشی ہوگی آپ کی مدد کر کے‘ پلیز!“ وہ اب رک گئی تھی اور بہت مؤدب ہو کر کہہ رہی تھی۔

اس شخص نے چند ثانیے کچھ سوچا پھر کاندھے اچکا کر گویا ہامی بھرلی۔ راستے بھر وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھتا رہا تھا اور وہ بہت باادب بچی بنی سنجیدگی سے جواب دیتی رہی۔

”بس یہیں روک دو بیٹی! ہمارا گھر تنگ گلی میں ہے‘ آپ کو دقت ہوگی۔“ اس نے کہا تو اسوہ نے کچھ کہے بغیر گاڑی روک دی۔

”میں آپ کو گھر تک چھوڑ دیتی ہوں۔“ وہ ان کے ساتھ ہی اتری تھی۔ دو منزلہ چھوٹا سا گھر جس کا سالخوردہ رنگ اڑا دروازہ اپنے مکینوں کی بدحالی کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ وہ شخص اس کے اخلاق سے اچھا خاصا متاثر نظر آ رہا تھا۔

”اوکے سر! اب میں چلتی ہوں۔“ دستک وہ دے چکا تھا‘ جب اسوہ نے ان سے اجازت چاہی۔

”ارے۔“ وہ بری طرح چونکا اور کسی قدر خفگی سے اسے دیکھا۔

”اندر آؤ‘ چائے تو پیو بیٹا!“

اس سے پہلے کہ وہ انکار کرتی‘ دروازہ کھل گیا اور دہلیز کے پار جو صورت تھی‘ اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں اس پر منکشف کیا کہ وہ کیوں کشاں کشاں وہاں تک چلی آئی ہے۔ جسم و جاں میں خوشگوار‘ پر حدت سی سنسنی کا احساس پھیلتا چلا گیا۔

”اتنی دیر بابا! میں کب سے پریشان ہو رہا تھا۔ آپ نے سیل بھی آف کر رکھا تھا۔“

اس نے جیسے دیکھا ہی نہیں تھا اور وہ جیسے ان لمحوں سے بھرپور فائدہ اٹھانے کے چکر میں تھی۔

”دم تو لو بابا کی جان! بتاتے ہیں۔ پہلے ان سے ملو‘ دس از اسوہ خان! ابھی مجھے یہاں تک ڈراپ کرنے آئی ہیں۔“

وہ شخص مسکراتے ہوئے ہوئے بولا تھا‘ تب ہی وہ اس کی سمت متوجہ ہوا اور اگلے ہی لمحے اس کی پیشانی پر بل سے پڑ گئے تھے۔

”تم۔۔؟“ اس نے دانت بھینچے تھے۔

”مم۔۔۔ میں۔۔۔ وہ۔۔۔“

”جی‘ جانتا ہوں میں آپ کو۔ سڑکیں تو گویا آپ کی جاگیریں ہیں اور ہم جیسے لوگ آپ کی نظروں میں کیڑے مکوڑوں سے بھی حقیر ہیں۔“ وہ بولا نہیں غرایا تھا۔ آن کی آن میں اس کا چہرا غصے کی زیادتی سے دہک کر انگارہ ہوا تھا تو لہجہ شدید قسم کی حقارت و نفرت سے بوجھل۔ اسوہ کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اس عزت افزائی پر دکھی ہو یا پھر اس کی پہلی مرتبہ بغیر تعارف کے پہچان لینے پر خوشی‘ جبکہ وہ شخص ارے ارے‘ ہائیں کرتا تو کنارہ گیا اور اسوہ سر جھکائے سرخ چہرا لیے کھڑی رہ گئی۔

”اگر میرے بابا کو ذرا سا بھی نقصان پہنچتا نا تو میں اسی وقت تمہارا گلا گھونٹ کر تمہیں جان سے مار دیتا۔“ وہ اسی پر جلال لہجے اور کٹیلے انداز میں بولتا کچھ خیال آنے پر یکلخت پلٹا۔

”ارے بابا! آپ کو کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟“ وہ باقاعدہ انہیں چھو کر دیکھتے ہوئے فکرمندی سے بولا تھا کہ وہ شخص جو اس کی اسوہ کے ساتھ اس درجہ بدسلوکی پر بے حد خفا سا اسے دیکھ رہا تھا۔ بمشکل مسکراہٹ ضبط کر پایا۔

”بندۂ خدا! تمہارے سامنے صحیح سالم اپنے پیروں پر کھڑا ہوں اور مجھے بتاؤ یہ بھلا کیا بدتمیزی ہے؟“ انہوں نے آنکھیں نکالیں‘ جبکہ اسوہ آنکھیں جھپک جھپک کر تیزی سے امڈتے آنسو اندر اتارنے کی کوشش میں ہلکان تھی۔

”بابا۔! یہ۔۔۔ آپ اسے نہیں جانتے۔ اسی کی وجہ سے میرا ایکسیڈنٹ بھی ہوا تھا۔“ اس نے بھرپور شکایتی انداز میں کہہ کر گویا ان کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا۔

Scanned with CamScanner

"وہ تو میں تمہاری برہمی سے اندازہ کر چکا ہوں' پھر بھی بیٹے پلیز بی ہیو یور سیلف۔ اب سوری کرو۔ کتنی بری بات ہے' وہ ہماری مہمان ہے اور تم نے۔۔۔"

"میں چلتی ہوں۔" وہ جو بہت مشکلوں سے ضبط کیے ہوئے تھی' بھرائے ہوئے لہجے میں بولی۔ آنسو روکتے روکتے بھی بہہ نکلے تھے اور اسے اتنی خفت ہو رہی تھی کہ حد نہیں۔

"ارے ارے۔۔۔ ایسا کرو بیٹا! بس یہ میرا بیٹا بہت جذباتی ہے میرے لیے۔ ابھی دیکھنا کان پکڑ کر تم سے معافی مانگے گا۔ چلو ذرا معاذ! پہلے ہم باپ بیٹی کے لیے چاؤ بنا کر لاؤ۔"

انہوں نے جز بز سے ہوتے معاذ کو کام سے لگایا اور اسوہ کے سر پر ہاتھ رکھ کر نرمی و ملائمت سے کہا۔

"اس کی طرف سے میں معافی مانگتا ہوں بیٹا!"

"اٹس اوکے۔" وہ یہی کہہ سکی اور ایک بار پھر قدم واپسی کو موڑے مگر وہ شخص جہاں خوب صورت شخصیت رکھتا تھا' وہیں بات منوانے کے گر بھی جانتا تھا۔ اس نے اتنی نرمی' اتنی محبت اور اصرار سے روکا کہ وہ انکار کر ہی نہ پائی پھر دل بھی آڑے آ رہا تھا۔ وہ سر جھکائے ملول سی بیٹھی تھی' جب وہ چائے لے کر آ گیا مگر اس نے دل کی مچلتی خواہش سے نظریں چرا لیں اور نظریں نہیں اٹھائیں۔

"معاذ! ہماری بیٹی سے سوری کرو۔" وہ شخص بہت شائستہ اطوار رکھتا تھا۔

"سوری۔" وہ تڑخ کر بولا۔

اسوہ نے پلکیں اٹھائیں' وہ ماتھے پر ہزار شکن لیے مارے باندھے بیٹھا تھا۔ اس کا دل اتنا بوجھل ہوا کہ وہ ایکدم سے اٹھ گئی' پھر ان کے روکنے کے باوجود بھی وہ رکی نہیں تھی۔

"جاؤ معاذ بیٹے! اسوہ کو اس کی گاڑی تک چھوڑ آؤ۔"

وہ طوعاً" و کرہاً" اٹھا اور اس کے ساتھ چلتا بیرونی دروازے تک آ گیا۔

"رہنے دیں' میں چلی جاؤں گی۔" اسوہ کو اس کی یہ ناگواری بہت تکلیف دے رہی تھی۔ اپنے جذبوں کی ناقدری پر دل خون ہوا جا رہا تھا۔

"اپنے بابا کی ہر بات میں عبادت سمجھ کر پوری کرتا ہوں۔" وہ نروٹھے پن سے بولا۔

بارش اب رک چکی تھی۔ ہلکی پھوار پڑ رہی تھی۔ فضا میں بے انتہا ٹھنڈک تھی۔ اس من چاہی رفاقت کا ایک ایک پل خوشگواری اور کیف لیے تھا۔

"تھینکس۔" وہ گاڑی تک پہنچی تو دروازہ کھولتے ہوئے اسے مڑتے دیکھ کر بولی۔

"میں بہت اچھی چائے نہیں بناتا کہ اس کے لیے تھینکس کہا جائے۔"

"ہاں' چائے تو واقعی بالکل اچھی نہیں تھی۔ اب پوچھو تھینکس کس بات کا تو وہ اس لیے کہ تم نے پہلی بار بغیر انٹروڈکشن کے مجھے پہچان لیا۔" وہ ہنس دی۔

معاذ گنگ کھڑا تھا۔ معاً" وہ پلٹا اور تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا۔ اسوہ نے تب تک اسے دیکھا جب تک وہ نظر آیا پھر اس نے گنگناتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

☆ ☆ ☆

دیر تو اسی کے انکار کے باعث تھی۔ وہ مانا تو سارے کام منٹوں میں نپٹا لیے گئے۔ ممانی اور ماموں تک غالباً" اماں نے اس کے انکار اور ضد کی بھنک بھی نہ لگنے دی تھی' ورنہ ماموں تو شاید بھانجے کی محبت میں خاموش ہی رہتے مگر ممانی ضرور اسے انا کا مسئلہ بنا کر بیٹھ جاتیں۔ وہ تو اب بھی خفا خفا سی ہی تھیں۔ ہارون کا روشن مستقبل اور اونچی پوسٹ بھی ان کے دل سے اس کی نفرت کو نکال سکی تھی' نہ ہی اسے اس نئے رشتے سمیت قبول کروا سکی تھی۔ البتہ ماموں بہت خوش تھے۔ وہ یونہی تو اس پر اتنا وقت اور پیسہ برباد نہیں کرتے رہے تھے۔ یہ بات ذہن میں رکھ کر ہی انہوں نے اسے منزل پر پہنچایا تھا۔

"تمہیں تو خوشی سے بھنگڑا ڈالنا چاہیے تھا۔ آخر من چاہی مراد پائی ہے۔"

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

ممانی جان نے دلہن بنی سپاٹ چہرا لیے بیٹھی ضوبیا کو دیکھ کر اپنی بھڑاس نکالنا چاہی تھی۔ ضوبیا نے ایک خاموش نظر ان پر ڈالی تھی اور سر جھکا لیا تھا۔ اس طرح گم صم ویران اور بجھی ہوئی تو وہ پچھلے ڈیڑھ مہینے سے تھی۔ وہ ماں ہو کر بھی اس تبدیلی کو محسوس نہ کر سکی تھیں تو پھر اس نے لب بھینچ کر آنکھوں کی نمی کو باہر آنے سے روکا۔ نکاح ہوا' ایجاب و قبول کے مراحل طے ہوئے۔ وہ اپنے وجود کو کسی گلیشیر میں ڈھلتے محسوس کر رہی تھی۔ وہ محبت' وہ چاہت' وہ خوشی جانے کہاں کھو گئی تھی' وہ نہیں جانتی تھی۔ رخصتی ہوئی اور وہ اس گھر کے ان مکینوں میں آ گئی جن سے کبھی وہ بالکل لاتعلق رہی تھی اور نفرت رکھتی تھی ان سے۔ اور پھر دل کے موسموں میں تغیر آیا اور یہی مکین اسے جان سے بھی عزیز ہو گئے اور اب اسے لگ رہا تھا جیسے وہ ایک بار پھر واپس عمر کے اسی حصے میں آ گئی ہے' جب اسے ان مکینوں سے نفرت' بغض اور کینہ محسوس ہوا کرتا تھا۔ ہارون کا اضطراب بھی بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

رات نصف سے زیادہ بیت چلی تھی اور آخر نومبر کی یہ قدرے خنک رات تھی۔ چاند کا سفر کب سے جاری تھا۔ جاڑے کا چاند کہر میں لپٹا کسی قدر تھکا ماندہ اور ملول نظر آ رہا تھا مگر ہارون اسرار کے اضمحلال اور تھکان سے زیادہ ہرگز نہیں' خود سے بھی غافل کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس کی سحر طراز بولتی آنکھیں کسی قبرستان کی مانند ویران خاموش اور سربستہ راز کی طرح تھیں۔ خود سے لاتعلقی کا یہ عالم تھا کہ ہونٹوں کے درمیان دبا سگریٹ سلگ سلگ کر لبوں کے کنارے کو جھلسانے لگا۔ تپش کا احساس پا کر ہی وہ قدرے چونکا اور سگریٹ لبوں سے نکال کر پھینکتے ہوئے جوتے سے مسل دیا اور ہاتھ میں پکڑے' اس مخملیں کیس کو دیکھا جو کچھ دیر قبل ہی اماں اسے دے گئی تھیں۔

"اب جاؤ اپنے کمرے میں' بچی کو کیوں انتظار میں بٹھایا ہوا ہے۔"

انہوں نے جاتے جاتے تاکید کی تھی اور وہ گہرا سانس کھینچ کر سوچنے لگا تھا۔ کیا واقعی وہ اب بھی اس کی منتظر ہو گی اور دل تمسخرانہ ہنسی ہنسنے لگا تھا۔ اپنے کمرے کی جانب جاتے اس کے قدم من من بھر کے ہونے لگے۔ جی چاہا' یہیں سے پلٹ کر ایسی جگہ بھاگ جائے جہاں ضوبیا ہو نہ اس سے وابستہ احساسِ گناہ مگر اب دل کی ماننے کا وقت گزر چکا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ جس پل اندر داخل ہوا' اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ نہ انداز میں کوئی سرمستی' نہ نگاہ میں بےقراری۔ اس کا ہر انداز بہت بجھا ہوا تھا' وہ یونہی چلتا ہوا آ کر صوفے پر بیٹھ گیا۔

ضوبیا دلہناپے کے تمام لوازمات سے عاری بالکل سادہ لباس میں دھلے دھلائے چہرے سمیت بیڈ پر بیٹھی تھی۔ کھلے ہوئے بالوں نے پوری پشت کو ڈھانپ رکھا تھا۔ صبح کی یاسیت اور بےکلی کا اب نام و نشان بھی نہیں تھا۔

"یہ اماں نے دیا تھا۔" ہارون نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالے بغیر کیس اس کے پہلو میں رکھنا چاہا' جب وہ رکھائی سے کہتی اسے ٹوک گئی تھی۔

"مجھے اب اس کی ضرورت نہیں بلکہ مجھے کسی بھی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

ہارون نے ٹھنڈا سانس بھرا اور ایک خجالت سے بھرپور نگاہ اس کے تنے ہوئے نقوش پر ڈالتے ہوئے کیس اس کی گود میں رکھنا چاہا تھا' جب وہ بدک کر اچھل کر دور ہوئی تھی۔

"ڈونٹ ٹچ می' انڈر اسٹینڈ۔" اہانت آمیز لہجہ حقارت لیے ہوئے تھا۔ ہارون کا سرخ و سفید چہرا آن کی آن میں متغیر ہوا تھا۔ بےبسی کا اظہار اس کے ہر نقش سے چھلکا تھا۔ کچھ دیر وہ لب بھینچے خود پر ضبط کرتا رہا' اس کے باوجود جب کچھ دیر بعد بولا تو آواز میں لرزش کے ساتھ نمی بھی واضح محسوس ہوئی تھی۔

"مجرم ہوں تمہارا' جو غلطی ہوئی ہے اس کی تلافی تو ممکن نہیں مگر ضوبیا! میں تمہیں خوش رکھوں گا۔ بس

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

تم بھول جاؤ اس بات کو اور مجھے معاف....."

"معاف کردوں تمہیں اور بھول جاؤں' یہ اتنا آسان نہیں ہے مسٹر!" وہ چھیدتی ہوئی نظروں سے اسے گھورتی حلق کے بل غرائی تو ہارون اس کی آواز کے بلند والیوم سے گھبرا کر اسے دیکھنے لگا۔

"آہستہ' پلیز اماں نے سن لیا تو....؟"

"ہاں تم تو چھپاؤ گے ہی اپنے اس گناہ کو مگر یاد رکھو' میں تمہیں سکون سے نہیں رہنے دوں گی۔ جو زخم تم نے مجھے دیا ہے' وہ کبھی بھرنے والا نہیں' مگر میں تم سے دن رات اس کا خراج وصول کروں گی۔ یاد رکھنا۔" وہ انگلی اٹھا کر پھنکاری۔ ہارون ٹھٹک سا گیا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس کا روپ دیکھنے لگا۔

"ضویا! پلیز.... دیکھو' میں شرمندہ ہوں۔ اس شب کے بعد سے آئینے میں نگاہ ملا کر خود کو نہیں دیکھ سکا مم.... مجھے....."

"آئی ہیٹ یو۔ تم سسک سسک کر بھی مرجاؤ میرے سامنے تو میں تمہیں معاف نہیں کروں گی سنا تم نے۔"

وہ ہسٹریک ہو کر چلائی۔ ہارون اس کا یہ تحقیر آمیز انداز دیکھتا رہا' جبکہ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

حوریہ نے لب بھینچ کر خود پر ضبط کے کڑے پہرے بٹھائے تھے اور جھکا سر کچھ مزید جھکا کے آگے بڑھنا چاہا تو ایزی جو سیڑھیوں پر ٹانگیں پسارے بہت ریلیکس انداز میں بیٹھا نظروں کو اس پر فوکس کیے ہوئے تھا۔ ایک جھٹکے سے اٹھ کر اس کے مقابل آتے ہوئے راستہ روک لیا۔

"سنو! تم اس قدر مغرور اور بدتمیز خود سر کیوں ہو؟" اس کی پیشانی پر موجود سلوٹوں کو محظوظ مسکراہٹ سے تکتے ہوئے وہ بہت دوستانہ سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"یہ خود سری' بدتمیزی اور نخوت تم جیسے ایڈیٹ اور اوباش لڑکوں کو ان کے مقام پر رکھنے کے لیے ہے۔"

اس کا ضبط چھلکا اور وہ پھٹ پڑی تھی۔

"یہ رکھ لو' نیا ماڈل ہے۔ رات کو بات کیا کروں گا تم سے۔" اس نے سنی ان سنی کرتے ہوئے سلور گرے چمچماتا ہوا موبائل فون اس کی سمت بڑھایا۔ حوریہ اس درجہ ڈھٹائی پر آگ بگولا ہو گئی۔ اس نے وہ سیل فون اس سے تقریباً" جھپٹا اور طیش کے عالم میں اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ "میں لعنت بھیجتی ہوں تم پر اور اس موبائل فون پر بھی۔ چھوڑ دو میری جان! ورنہ میں اب تمہاری ماں سے تمہیں سیدھا کرواؤں گی۔"

ماں کا نام سن کر ایزی آتش فشاں بن گیا۔ "سنو' یہ خیر سگالی کی آخری کوشش تھی جو تم نے ٹھکرائی ہے۔ اب ذرا سنبھل کر رہنا' اس لیے کہ ایزی معاف کرنے والوں میں سے ہرگز نہیں ہے۔"

بھاگنے کے انداز میں وہاں سے آگے بڑھی تھی' جب ایزی نے للکار کر بہت سرد لہجے میں وارننگ دی تھی۔

☼ ☼ ☼

فل یونیفارم میں وہ پولیس اسٹیشن جانے کو بالکل تیار تھا۔ بائیک کی چابی اٹھا کر جیب میں رکھتے ہوئے اس کے انداز سے تھکن اور چہرے سے اضطراب چھلک رہا تھا۔ ضویا نے ایک نظر اسے دیکھا اور منہ پھیر لیا' وہ آج بھی اتنا ہی امپریسو اور گریس فل تھا' بس اس کے دل نے دھڑکنوں کے انداز بدل لیے تھے۔ نگاہوں میں وہ رنگ نہیں رہے تھے۔

"ضویا! آج شام میں تیار رہنا۔ اماں کہہ رہی تھی تمہیں کہیں گھمانے کو لے جاؤں۔"

بہت محتاط سے لہجے میں کسی قدر جھجک تھی' انجانا سا خوف۔ ضویا نے تلخی سے اسے دیکھا اور تڑخ کر بولی۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"مگر اماں....."

"تم ان سے بھی یہی کہہ دینا۔" وہ گستاخانہ انداز میں چیخی تو ہارون خاموش سا ہو گیا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

"میں ان سے یہ نہیں کہہ سکتا۔ وہ پریشان ہوں گی' وجہ پوچھیں گی۔" وہ جیسے لاچار سا ہو رہا تھا۔

"تو وجہ بتا دینا۔" اس نے ہٹ دھرمی سے کہا اور سر تک کمبل تان لیا۔ ہارون لب بھینچے کھڑا رہا پھر تھکے ہوئے انداز میں باہر نکل گیا۔ اسے ضویا کی کسی بات پر غصہ نہیں آتا تھا۔ اسے غصہ آبھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اسے اس رویّہ میں حق بجانب سمجھ رہا تھا۔ وہ بے خوف ہو گئی تھی اس لیے کہ سارا خوف اس نے اپنے اندر بھر لیا تھا۔ وہ اسے طعنے دیتی تھی۔ بلند آواز سے چیخ کر وہی بات کرتی تھی' جسے وہ سرگوشی میں بھی سننا نہیں چاہتا تھا اور پھر اس کے چہرے پہ بکھری اذیت کو دیکھ کر طنزیہ ہنسی ہنستی تھی۔

"ڈرتے ہو' اپنی ماں سے' اپنا گناہ چھپانا چاہتے ہو' حالانکہ ڈرنا تو تمہیں رب سے چاہیے تھا۔"

اور تب اس نے بے تحاشا سرخ رت جگوں کی مظہر آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"اللہ سے ہی تو ڈرتا ہوں' تب ہی احساس ندامت اور گناہ کا احساس مجھے پل پل کچوکے لگا رہا ہے۔ ضویا!"

اس کے لہجے سے اتنی یاسیت' اتنی بے چارگی اور تھکن چھلکی تھی کہ ایک پل کو ضویا کا پتھر دل بھی موم ہونے لگا تھا۔

"میں تمہارے سامنے صفائی دینا نہیں چاہتا کہ میں ایسا نہیں ہوں۔ یہ ایک لمحے کی لغزش تھی۔ ایک ایسی بھول جو عمر بھر کے روگ کی صورت میرے گلے کا طوق بن چکی ہے۔ میری سانس' میرے سینے میں اسی روز سے اٹکی ہے۔ میری روح میں اضمحلال در آیا ہے' ضویا! یہ گناہ کا احساس ہے جو مجھے راتوں کو سونے نہیں دیتا۔ مجھے لگتا ہے ضویا! اگر تم مجھے معاف نہیں کرو گی تو میں یونہی گھٹ گھٹ کے مر جاؤں گا۔"

وہ دھیمے لہجے میں کہتا مضطربانہ انداز میں دونوں ہاتھوں کو مسل رہا تھا۔ ضویا نے ایک نظر اس کی شکستگی اور درماندگی کو دیکھا اور عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"تم اسی طرح جلتے رہو۔ میں تمہیں معاف نہیں کروں گی۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی تھی۔

ہارون نے بری طرح سے چونک کر اسے دیکھا۔

"تم محبت کرتی تھیں مجھ سے' ایسی بھیانک سزا مت دو مجھے۔"

"میں تمہیں معاف کرنا تو دور کی بات ہارون! میں تمہیں یہ بھولنے بھی نہیں دوں گی۔"

ہارون نے اس کی سفاکی کو محسوس کیا تھا اور یکایک اس کی مضطرب بے چین بھیگی آنکھوں میں وحشت سی در آئی تھی۔ اس نے جاتی ہوئی ضویا کا بازو دبوچا تھا اور ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی جانب پھیر کر منہ پہ ایک زناٹے کا تھپڑ رسید کر دیا تھا۔

"کیوں نہیں بھولنے دو گی تم مجھے' کیوں معاف نہیں کرو گی' جبکہ تم اس گناہ میں میرے ساتھ شریک تھیں' اس کا انداز وحشت بھرا تھا۔ ضویا کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکل گئی۔ اس نے اپنا آپ چھڑانا چاہا' مگر وہ تو جیسے اس پل حواسوں میں نہیں رہا تھا۔ اس کا جبڑا اپنے فولادی ہاتھ میں جکڑ کر بھینچتا ہوا سرد غراہٹ لہجے میں چیخنے لگا تھا۔

"کیا اس رات تم جان بوجھ کر میرے کمرے میں نہیں آئی تھیں اور اس سے پہلے متعدد بار رات کی تنہائی میں ایک اکیلے جوان مرد کے پاس' رشتے میں تمہارا کزن تھا کیا مرد اور عورت کی تنہائی میں شیطان ان کے درمیان آجاتا ہے' پھر وہی ہوتا ہے جو اس رات ہوا' پھر' پھر یہ واویلا کیوں؟ بولو میں اگر احساسِ جرم میں مبتلا ہو کر تم سے معافی مانگتا ہوں تو تم کس بنا پہ اکڑتی ہو؟"

وہ ہذیانی انداز میں چلّاتا' اس کے منہ پہ تھپڑوں کی برسات کر رہا تھا۔

"میں تو اس رات حواسوں میں نہیں تھا۔ تم تو نارمل تھیں' روک سکتی تھیں مجھے۔ کیوں نہیں روکا' بولو' بولو' جواب دو۔" اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔ اور ضویا اتھل پتھل ہوتی سانسوں کو سنبھالنے لگی' مگر تب اس کی بے ترتیب سانسیں جیسے تھمنے لگی تھیں' جب اس نے دہلیز پہ پتھرائی ہوئی آنکھیں لیے کھڑی خدیجہ

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

بیگم کو تیورا کر گرتے دیکھا۔ بے اختیار ہی اس کے حلق سے چیخ نکل گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

اس نے جھجکتے ہوئے دروازے پر دستک دی تھی۔ پھر اجازت ملنے پہ اندر داخل ہوگئی۔

"السلام علیکم مام!" اس نے اسٹڈی ٹیبل پہ جھکی مام کو سلام کیا۔

"ہوں وسلام کیسے آنا ہوا؟" اس نے سر اٹھائے بغیر اسی محویت کے عالم میں پوچھا۔

"وہ مام! مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" ہاتھ مسلتے ہوئے وہ خود میں ان کی متوقع ناراضی کو سہنے کا حوصلہ پیدا کرنے لگی۔

"ہوں بولو۔" وہ اب قلم رکھ کر اس کی سمت متوجہ ہوگئی۔

"مام چترکار والے ڈانس کلاسز کا آغاز کررہے ہیں۔ مجھے ڈانس سیکھنے کا بہت شوق ہے۔ مام پلیز۔"

"کالج میں تمہاری پوزیشن مزید ڈی گریڈ ہوئی ہے اور تمہیں ڈانس سیکھنے کی سوجھ رہی ہے۔ شیم فار یو۔"

"صرف پچاس ہزار روپے کی تو بات ہے مام!" اس نے ضد کی۔

"او کے فائن سیکھ لو یہ ڈانس بھی، مگر اسٹڈی کا حرج نہیں ہو۔ یہ فورتھ ایر ہے۔ اس کے بعد میں تمہاری شادی کردوں گی۔"

مام نے چیک کاٹ کر اسے تھماتے ہوئے اپنے فیصلے سے بھی آگاہ کیا۔

یہ اس سے اگلی شام کی بات تھی، جب وہ چترکار اکیڈمی میں اسی سلسلے میں آئی تھی، تب پارکنگ لاٹ میں گاڑی پارک کرکے مین گیٹ کی جانب بڑھتے ہوئے وہ اسے اچانک ہی راستے میں مل گیا تھا۔ اسے دیکھ کر چونکا، پھر ایک نظر چترکار کے بورڈ پہ ڈال کر کچھ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ اسوہ جو اسے یوں غیر متوقع طور پہ سامنے پاکر خوشگوار سی حیرت میں مبتلا اس کا یہ انداز نوٹ نہ کرسکی۔

"میں یہاں ڈانس کلاسز لینے آتی ہوں۔" اس نے بتایا۔

"اوہ آئی سی۔" معاذ نے لب بھینچ کر سرد نظروں سے اسے دیکھا، پھر چند ثانیوں کے توقف کے بعد ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

"آپ چند لمحوں کے لیے وہاں بیٹھ کے میری بات سن سکتی ہیں۔"

اس نے انگشت شہادت سے سامنے ریسٹورنٹ کی جانب اشارہ کیا تو اسوہ حیرت کی زیادتی سے مرنے والی ہوگئی۔

"سر کے بل جناب، مگر سوچ لیں اسکنڈل نہ بن جائے آپ کا۔" پھر حیرت پہ قابو پاکر وہ شریر سے انداز میں بولی تو معاذ نے بہت سرد نظروں سے اسے دیکھا اور کچھ کہے بغیر قدم بڑھا دیے۔ وہ اس کے پیچھے پیچھے وہاں تک آئی تھی۔

"چائے نہیں پلوائیں گے؟" بالوں میں جکڑا کیچر نکال کر پھر سے لگاتے ہوئے اس نے بڑی شرارت سے کہا۔

"اگر میں کہوں، آپ یہ ڈانس کلاسز نہیں لیں گی"

"تو بھی لوں گی۔" اس کی ادھوری بات کو اس نے بہت سرعت سے مکمل کردیا۔ اسے یہ سوچ ہی آسمان کی بلندیوں پہ اڑا رہی تھی کہ وہ ماؤنٹ ایورسٹ جیسا شخص اس کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"تو ٹھیک ہے مت لو، او کے۔ میں چلتا ہوں۔"

اس کا چہرہ بے تاثر اور سنجیدہ تھا۔

اسوہ کا دل بجھ کر رہ گیا۔ "ارے رے! یہ کیا بات ہوئی۔ آپ کو مجھے کم از کم یہ تو بتانا چاہیے کہ آپ نے مجھے یہ حکم کیوں دیا ہے؟" وہ ذرا سا جھنجلائی۔ وہ اٹھتے اٹھتے پھر بیٹھ گیا۔

"آپ کے اطمینان کے لیے کافی ہونا چاہیے کہ یہ ایک اچھی نصیحت تھی، جو میں نے آپ کو کی۔ یہ میرے بابا نے مجھے کی تھی۔"

"آپ بھی ڈانس کلاسز لے رہے تھے" اس نے

Digestlibrary.com

digest library.com

معصومیت کا تاثر دیتے چوٹ کی۔ معاذ نے اس کی آنکھوں میں مچلتی شرارت کو سنجیدگی سے دیکھا اور جواب دیے بغیر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"سنیں معاذ!" وہ بھاگ کر اس کے پیچھے آئی اور راستہ روک لیا۔

"آپ ہر بات مانتے ہیں اپنے بابا کی؟" عجیب سا سوال تھا۔ معاذ نے سمجھے بغیر اثبات میں گردن ہلادی۔

"اگر آپ کے بابا کہیں اس لڑکی یعنی مجھ سے شادی کرلو تو کرلو گے؟" اس نے نچلے لب کا کونہ دانتوں تلے دبایا' معاذ نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"میرے بابا میرے مزاج سے آگاہ ہیں۔ وہ ایک ایسی لڑکی سے مجھے ہرگز شادی کرنے کا نہیں کہیں گے جو مجھے پسند نہ ہو۔"

وہ اپنی بات کہہ کے رکا نہیں تھا' جبکہ اسوہ کو لگا تھا۔ ریسٹورنٹ کی عمارت اس کے وجود کو اپنے ملبے تلے دبا چکی ہے۔

✵ ✵ ✵

خدیجہ بیگم اس حقیقت کی سفاکی کو سہہ نہیں پائی تھیں۔ انھیں دل کا اتنا شدید دورہ پڑا تھا کہ وہ اسپتال جاتے راستے میں ہی دم توڑ گئی تھیں۔ ایک کے بعد دوسری قیامت ہارون اسرار کے سر پہ ٹوٹی تھی۔ ایک کے بعد وہ دوسرے گناہ کا مرتکب ہوا تھا۔ ایک مرتبہ پہلے اس نے ضبط اور حواس کھوئے تھے' تب بھی ناقابلِ تلافی نقصان حصے میں آیا تھا اور دوسری مرتبہ بھی وہ آپے سے باہر ہوا تھا تو جیسے طوفان سب کچھ ساتھ بہا کے لے گیا تھا۔ اضطراب اور وحشت کی کوئی حد نہیں تھی۔

سگریٹ پھونک کر' آنسو بہا کر اور مسلسل ٹہل کر وہ تھک گیا تو وضو کر کے کلام پاک پڑھنے لگا۔ تہجد پڑھی اور سجدے میں گر کر ضبط کو پارہ پارہ ہوتے دیکھنے لگا۔

"یا رب العالمین رحم فرما! مجھے معاف فرما دے۔ میرے مالک! مجھے معاف فرما دے میرے رب تو گواہ ہے تو جانتا ہے میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔ اس گناہ کا تو تصور بھی میرے آس پاس نہیں تھا۔"

آہیں' سسکیاں اور گریہ وزاری ضوبا کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اسی نے ذرا سا اونچا ہو کر جائے نماز پہ سجدہ ریز وجود کو دیکھا اور کمبل ہٹا کر بیڈ سے اتر آئی۔ اس ایک واقعے کے ایسے گہرے اثرات اور یہ پشیمانی ضمیر کے زندہ ہونے کی علامت تھی۔

وہ بھی تو شریک گناہ تھی۔ پھر ایسی ندامت' ایسی بے قراری اسے کیوں نہیں تھی۔ اس نے اس پہ غور ہی نہیں کیا۔ یہ سچ ہے کہ جب تک خوفِ خدا دل میں نہ جاگے' تب تک کوئی احساس پیدا نہیں ہو سکتا۔ وہ ابھی بے احساس تھی۔

وہ بے حد آواز قدموں سے چلتی اس کے نزدیک آئی اور اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ دیا۔ ہارون کا سسکیوں سے لرزتا وجود یکلخت ساکن ہوا تھا' اگلے ہی لمحے اس نے سر اٹھایا تھا۔ ان کشادہ حسین آنکھوں میں پھیلا ہراس ان کی خوبصورتی کو بڑھا گیا تھا۔

"کیوں رو رہے ہو؟" کچھ دیر اس کی سرخ بھیگی آنکھوں اور آنسوؤں سے تر متورم چہرے کو یونہی تکتے رہنے کے بعد اس نے نخوت زدہ انداز میں استفسار کیا تھا۔

"تم جانتی ہو۔"

ہارون کا گلا رندھ گیا اور اسے جانے کیا ہوا' منہ پہ ہاتھ رکھے وہ قل قل کر کے ہنستی چلی گئی۔ ہارون کی نگاہ سے پہلے استعجاب چھلکا' پھر بتدریج شرمندگی اور دکھ۔ وہ سر جھکا کر دھندلائی ہوئی نظروں سے اپنے ہاتھوں کو تکنے لگا' جو دھیرے دھیرے کانپ رہے تھے۔

"کیا سمجھتے ہو تم اس طرح رونے' گڑگڑانے سے رب تمہیں معاف کردے گا؟" ہنسی پہ قابو پا کر وہ طنز سے بھرپور کاٹ دار لہجے میں بولی۔ تب ہارون نے نم ناک نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"نہیں ہارون اسرار! رب بھی اس وقت تک گناہ معاف نہیں کرتا جب تک وہ بندہ نہ کردے' جس کے ساتھ زیادتی ہوئی۔ تمہیں تو اسلام اور مذہب کی بہت معلومات ہیں' کیا تم یہ بات بھول گئے؟"

Scanned with CamScanner

ہارون کے چہرے پہ زلزلے کے آثار نمودار ہوئے تھے اور تاریک سائے چہرے پہ لرزنے لگے۔

☆ ☆ ☆

وہ سخت متوحش سی لرزتا دل لیے اسے لحہ بہ لحہ اپنی جانب بڑھتے دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنی دھمکی پہ عمل کر ڈالا تھا۔ اس کے لیے حوریہ کو اغوا کرنا کسی چڑیا کے شکار سے بھی زیادہ سہل ثابت ہوا تھا۔

یونیورسٹی سے واپسی پہ اس نے رابعہ کی موجودگی میں بہت دھڑلے سے قدرے سنسان روڈ پہ اسے کسی گڑیا کی طرح اٹھا کر گاڑی میں ڈالا تھا اور اب وہ یہاں تھا اپنی من مانی کو تیار۔

بیئر کا ٹن کھول کر دو تین بڑے گھونٹ لینے کے بعد وہ کچھ مزید اس کے نزدیک آیا تھا اور ایک ہاتھ بڑھا کر اس کے گرد لپٹا چادر نما دوپٹہ ایک ہی جھٹکے میں اتار کر کمرے کے دوسرے کونے میں پھینک دیا تھا اور وہ بغیر دوپٹے کے اس کے سامنے کھڑی تھر تھر کانپتی بے اختیار زور زور سے رونے لگی۔

"کیوں روتی ہو جانِ من! تمہیں ہماری قدر و قیمت کا اندازہ ہی نہیں ہے۔" وہ اس کے نزدیک آکر اس کے بالوں کی چوٹی کے بل کھولنے لگا۔

اس نے غم و غصے کی انتہاؤں کو چھوتے ہوئے اسے پیچھے کی جانب دھکا دیا تھا اور یہیں گویا ایزی کے غضب کو آواز دی تھی۔ اس نے ٹن دور اچھالا اور اگلے ہی لمحے تڑپتی مچلتی حوریہ کو بازوؤں کے شکنجے میں کس لیا۔

معاً" وہ بھرپور مزاحمت کرتی اس کی گستاخانہ جسارتوں پہ تڑپ کر مچلتی ہوئی جھکی اور اس کے بازو میں دانت گاڑھ دیے' ایزی کی گرفت ایک پل کے لیے ڈھیلی پڑی' حوریہ اس پل سے فائدہ اٹھا کر اس کا حلقہ توڑنے میں کامیاب ہوئی تھی اور بھاگ کر اس سے کئی فٹ دور چلی گئی۔ "یا اللہ میری مدد فرما!" تیزی سے ڈوبتے دل سمیت اس نے زور' زور سے روتے ہوئے دعا مانگی تھی۔ اور اس کی دعا قبول ہو گئی تھی۔

دروازہ اچانک بہت زور سے بجا تھا۔ بہت جارحانہ انداز میں۔ حوریہ کے تن مردہ میں جیسے جان سی پڑی تو ایزی کا موڈ بگڑ گیا تھا۔

"کون ہے؟" وہ چیخا تھا۔

"میں ہوں تمہاری مام' دروازہ کھولو۔" باہر سے چیخ کر کہا گیا تھا۔ اسے جیسے ہزار وولٹ کا کرنٹ لگا تھا۔

"ایزی! میں کہتی ہوں دروازہ کھولو۔" اب کے آواز میں سرد غراہٹ در آئی تھی۔

حوریہ نے آنسو بھری نظروں سے ایزی کے پتھر بنے وجود کو دیکھا اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ باہر مسز ایف ایم چوہدری ہی تھیں' وہ یقیناً" بہت عجلت میں آئی تھیں۔ جب ہی ان کا لباس شکن آلود اور بال کھلے ہوئے تھے' وہ ان سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ مسز چوہدری نے بہت خاموش اور سرد نظروں سے اسے دیکھا اور پھر آہستگی سے اسے خود سے الگ کر کے آگے بڑھ کر ایزی کے سامنے آن رکی تھیں۔

"واٹ ازدس؟" انہوں نے اس کے قدموں میں پڑے خالی ٹن کو ٹھوکر ماری اور چیخ کر ایزی کو مخاطب کیا' جس کا سر جھک کر کاندھوں پہ گر گیا۔

"اور یہ کیا ہے؟" انہوں نے پلٹ کر تھر تھر کانپتی آنسو بہاتی حوریہ کی سمت اشارہ کیا۔ "تم تو کہتے تھے لوگ تمہارے بارے میں بکواس کرتے ہیں۔ الزام تراشی کرتے ہیں۔ اب بتاؤ اب بھی مکر جاؤ۔"

انہوں نے ایک زناٹے کا طمانچہ ایزی کے چہرے پہ دے مارا تھا' پھر دوسرا' پھر تیسرا اور پھر تو جیسے وہ پاگل سی ہونے لگی تھیں۔ انہوں نے منٹوں میں اس کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا تھا اور وہ چپ چاپ پٹ بھی رہا تھا' حوریہ آنکھیں پھاڑے یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

یہ کیسا احساس رگ جاں میں اترا تھا' آگاہی کا' وہ سوچتے سوچتے حواس کھونے لگتا' جہاں اور زیاں ہوا تھا وہاں یہ بھی کہ اسے اس عہدے کے لیے نااہل قرار دے کر برطرف کر دیا تھا۔

Scanned with CamScanner

ضویا کی ڈلیوری نزدیک تھی، ممانی اسے لینے آئی تھیں، وہ کیا کہہ سکتا تھا۔ ان ہی دنوں سوہا کے رشتے کی بات بھی چل رہی تھی اور عثمان کے سعودیہ جا کر کام کرنے کی بھی، مگر وہ ہر معاملے سے لاتعلق تھا۔ ماموں اس سے خفا تھے تو ممانی نفرت میں کچھ اور بڑھ چکی تھی۔ انہیں اپنی بات ثابت کرنے کا موقع ہاتھ آیا تھا، اور وہ خوب کھل کر کر رہی تھیں۔

ضویا کی ڈلیوری کے بعد سوہا کی شادی طے پائی، عثمان نے البتہ انتظار فضول جانا تھا، سو وہ سعودیہ فلائی کر گیا۔ دو ماہ بعد ضویا نے ایک صحت مند اور خوبصورت بچے کو جنم دیا تھا۔ ماموں نے ہی ملامتی انداز میں اسے اطلاع پہنچائی تھی۔

”اب کچھ کام بھی ڈھونڈ ہی لو۔ بیوی، بچے کو بھیک مانگ کر کھلاؤ گے؟“ انہوں نے طنزاً کہا تھا۔

تب وہ اپنا ہر احساس جھٹک کر بہت شوق سے بچے کو دیکھنے گیا تھا، جو کاٹ میں لیٹا چلا چلا کر رو رہا تھا، جبکہ ضویا بے نیازی سے گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے سیب کی فاشیں مزے لے لے کر کھا رہی تھی۔

ہارون نے شکایتی نظروں سے اسے دیکھا تھا اور خود بڑھ کر ہاتھ پیر مار کر روتے ہوئے اس ننھے فرشتے کو اپنی بانہوں میں بھر لیا تھا، مگر وہ معصوم جان تو ماں کی نرم آغوش کی متلاشی تھی، اس کا لمس پا کر کچھ اور بھی شدتوں سے رونے لگا۔

”ضویا! اسے بھوک لگی ہے۔ پلیز اسے فیڈ کرواؤ۔“ اس کی بے نیازی اور لاتعلقی کے باوجود وہ بچے کو اس کی سمت بڑھاتے ہوئے وہ بہت لجاجت سے بولا تھا۔

”اسے اپنے ہی پاس رکھو۔ تمہیں نظر نہیں آرہا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔“ وہ پھنکار کر بولی۔

ہارون کس قدر جھنجلایا، مگر یہ۔

”لینے گئی تو ہیں ماما! اس کا فیڈر آجائیں گی، کیوں اتاؤلے ہو جاتے ہو ہر کام میں۔“ ماتھے پہ تیوریاں لیے وہ رکھائی سے بولی۔

”کیا مطلب، اب ممانی جان فیڈر سے اسے دودھ پلائیں گی؟“ اس کے ہٹیلے انداز ہارون کو تاؤ دلانے لگے۔

”تو اور کیا میں کرواؤں گی۔ سنو مسٹر ہارون! اگر کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو تو اس کو دل سے ابھی نکال دو۔ مجھ سے اس کے لیے کسی قسم کی نرمی کی توقع مت رکھنا، اس لیے کہ یہ تمہاری اولاد ہے اور مجھے تم سے گھن آتی ہے۔“

بچے کی سمت اشارہ کرتی وہ اس قدر بے لچک لہجے میں غرا کر بولی تھی کہ اس کا یہ بیگانہ انداز ہارون کو انگشت بدنداں کر گیا۔

”یعنی تم؟“ صدمے کی زیادتی سے وہ بات بھی پوری نہیں کر سکا۔

”بالکل صحیح سمجھے ہو۔“ وہ آنکھیں نکال کر بولی اور اس کے غصے کی زیادتی سے بے انتہا سرخ آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھ کر مزید گویا ہوئی۔

”سو بہتر یہی ہے کہ تم اس کے لیے گورنس کا انتظام کر لو، میری ماں خواہ مخواہ کی ملازمہ نہیں ہے کہ تمہارے ہوتے سوتے کی آیا گیری کرتی پھرے۔“

ہارون نے جواب نہیں دیا، وہ جواب دینے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

”تم مجھے بتاؤ میری تربیت یا محبت میں کہاں کمی رہی تھی، جو تم اس حد تک پستیوں میں جا گرے اور مجھے پتا تک نہیں چل سکا۔“ وہ ان کے سامنے سر جھکائے کھڑا تھا، کپڑے تبدیل ہو چکے تھے، حلیہ سنورا ہوا تھا، مگر وہ اسی لباس میں تھیں، چہرے پہ تاریک سائے لرزاں تھے۔

”تمہیں وہ لڑکی پسند تھی۔ تم مجھ سے کہتے میں کسی چیز کو ترجیح نہ دیتی، ماسوائے تمہاری پسند کے۔ ایزی! تم نے بہت ہرٹ کیا۔ مجھے۔“ وہ آگے بڑھی تھیں اور بھرائے ہوئے گلے سے بولیں۔ وہ ہنوز خاموش تھا، البتہ چہرے پہ کسی پشیمانی یا تاسف و گھبراہٹ کا شائبہ تک نہیں تھا اور یہی چیز انہیں ہولا رہی تھی۔

Scanned with CamScanner

”کیا یہ پہلی لڑکی تھی‘ جس میں تم اسی گھٹیا انداز میں انوالو ہوئے‘ یا اس سے پہلے بھی کسی کی عزت کا جنازہ نکال چکے ہو؟“

اچانک خیال آنے پہ انہوں نے کچھ سہم کر استفسار کیا تھا‘ ایزی نے ایک نظر ان کے ہراساں چہرے کو دیکھا اور پھر سے سر نیہوڑا کر کھڑا ہو گیا۔

”بتاؤ ایزی! بولو‘ پلیز ٹیل می ادر وائز آئی ول کل یو۔“

اب کی مرتبہ انہوں نے اس کا گریبان پکڑ کر ہیجان زدہ انداز میں جھنجوڑا تھا۔ ایزی ان کی کیفیت کو دیکھتا کچھ خائف ہوا تھا۔

”یہ پہلی لڑکی ہی تھی۔ اس سے پہلے کسی لڑکی نے مجھے تگنی کا ناچ نہیں نچایا تھا۔ میں اسے سبق سکھانا چاہتا تھا۔“ وہ نروٹھے پن سے بول پڑا اور ان کے جیسے سر پہ لگی تلووں میں بجھی تھی۔

”تم یہ کیوں بھول گئے کہ تمہارے گھر میں ماں اور بہن بھی ہے۔ کل انہیں ان کی عزت کی حفاظت کی کوشش میں کوئی ایسا ہی سبق سکھانے لگے تو؟“

انہوں نے ہسٹریک ہوتے ہوئے اسے کتنے ہی گھونسے رسید کر دیے تھے۔ ایزی نے ناگواری سے انہیں دیکھا اور سر جھٹک کر ہنکارا ابھرا۔

”کم آن مام کام ڈاؤن‘ یہ سب اس لڑکی کی بدتمیزی کی وجہ سے ہوا۔“

اس درجہ ڈھٹائی اور بدلحظی نے انہیں شدید مشتعل کر دیا۔

”میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری شادی بہت جلد اسی لڑکی سے ہو گی۔“ انہوں نے بہت قطعی اور فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔

”واٹ؟“ ایزی کو تو جیسے بچھو نے ڈنک مارا تھا۔ ”میں ہرگز بھی اس لڑکی کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ اس سے شادی ہی رچانے بیٹھ جاؤں۔“ اس کا بدلحاظ لہجہ گستاخی لیے تھا۔

وہ اسی سکون سے گویا ہوئی تھیں۔ ”حالانکہ تم جیسا فراڈ اور عیاش بندہ ہرگز ہرگز اس کے قابل نہیں ہے‘

مگر کیا‘ کیا جائے کہ اتنے گھنٹے تمہاری حراست میں رہ کر‘ وہ اپنے پیرنٹس کی نگاہوں میں بھی مشکوک ہو گئی ہے‘ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہیں کہ تمہارے ہی نام کی چادر اوڑھا کر معاشرے میں ایک مقام دیا جائے۔

”مام!“ اس نے پیر پٹخے تھے۔ ”میں گھر سے بھاگ جاؤں گا‘ اگر آپ نے زبردستی کی۔“ اس نے اپنا آزمودہ حربہ اپنایا۔

”بھاگ جاؤ‘ مگر یاد رکھنا میں تمہیں اپنی جائیداد سے عاق کر دوں گی۔ ایک دھیلا نہیں ملے گا تمہیں‘ اور تم کیا کر سکتے ہو‘ یہ میں اچھی طرح جانتی ہوں۔“

انہوں نے گہرے طنز سے کہا اور باہر نکل گئیں‘ ایزی کی جھنجلاہٹ پہ غصہ غالب آگیا‘ اس نے میز کو لات رسید کی تھی اور تنتناتا ہوا باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

وہ ایک حبس زدہ شام تھی‘ آسمان پہ کہیں کہیں بادل کا کوئی آوارہ ٹکڑا ہوا کے دوش پہ اڑا پھر رہا تھا دور کہیں سے کوئی آواز اداس فضا میں مزید اداسی گھول رہی تھی‘ اس کی گود میں سویا بچہ کسمسا کر رویا‘ تب وہ چونکا تھا اور ویران آنگن سے ساکت نگاہ ہٹا کر بلکتے ہوئے بچے کو دیکھا۔ معاً اسے اس کی بھوک کا خیال آیا تھا‘ بچے کو کاندھے سے لگا کر وہ کچن کی سمت بھاگا‘ جہاں وہ دودھ چولہے پہ ابلنے کے لیے چھوڑ کر بھول گیا تھا۔ دودھ کیتلی کے کناروں سے نکل نکل کر برنر پہ گرنے کے بعد اب سوکھ کر جل چکا تھا۔ بالائی کی پھولی ہوئی تہہ کیتلی کے کناروں پہ اب بھی جمی تھی اور ماحول میں جلنے کی بو پھیل چکی تھی‘ وہ کچھ لمحوں کو شدید قسم کے رنج میں مبتلا اپنی جگہ سے حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا۔

بچے کے ایک بار پھر رونے سے وہ اسی کیفیت سے نکلا تھا اور آگے بڑھ کر پہلے چولہا بند کیا‘ پھر صافی سے کیتلی پکڑ کر اتاری‘ کچھ سرخ گاڑھا دودھ سطح پہ موجود تھا‘ اس نے سنک کی ٹونٹی کھول کر کچھ پانی اس میں ٹپکایا

اور فیڈر میں ڈال کر اچھی طرح ہلانے کے بعد فیڈر بچے کے منہ سے لگا دیا۔ بچہ رو رو کر نڈھال تھا یا پھر بھوک سے کہ بے صبری سے دودھ پیتے ہی سو گیا۔

ہارون نے جھک کر اس کے معصوم چہرے پہ بکھرے آنسوؤں کو اپنے ہونٹوں سے چنا تھا اور یاسیت آمیز گہری سانس کھینچ کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ سات سے آٹھ ماہ کا بچہ نیند میں ہچکیاں بھرتا اس کا کلیجہ شق کرنے لگا۔

عثمان نے سعودیہ جانے کے بعد وافر روپیہ بھجوانا شروع کر دیا تھا۔ سوہا کی شادی ہو گئی' وہ بیاہ کر یوگنڈا چلی گئی۔ چھ ماہ بعد ماموں' ممانی بھی عمرے کے لیے فلائی کر گئے۔ پیچھے وہ رہ گئی تھی' اپنی من مانی کے لیے اور اس کا فیصلہ اتنا سفاکانہ اور سنگدلانہ تھا کہ ہارون کا ضبط پارہ پارہ ہو گیا تھا۔ "کچھ تو گنجائش رکھو ضویا! میرے لیے نہیں تو اس معصوم بچے کے لیے' یہ اولاد ہے تمہاری۔ غور تو کرو' اس کا کیا قصور۔"

"مجھے سبق مت پڑھاؤ' جب کہہ دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ تم دونوں کے لیے تو بار بار دست سوال دراز کر کے خود کو ذلیل نہ کرو۔"

وہ اتنی نفرت سے بولی تھی کہ اس روز ہی شام کو وہ اپنا مختصر سامان سمیٹ کر بچے کے ہمراہ وہ گھر چھوڑ آیا تھا' جسے ضویا نے یہ کہہ کر اسے جانے کو کہا تھا کہ اس گھر پہ اس کا کوئی حق نہیں ہے اور چونکہ وہ اس کی شکل دیکھنے کی بھی روادار نہیں' سو وہ وہاں سے کہیں اور ٹھکانہ کر لے۔

وہ اتنا ہرٹ تھا' اس قدر ڈسٹرب اور مایوس تھا کہ ممکن تھا خود کشی کر لیتا' مگر اللہ کو اسے ابھی زندہ رکھنا تھا' جب ہی اسے زندہ رہنے کے لیے سہارا فراہم کر دیا تھا' ایسے مشکل وقت میں سائرہ اس کے کام آئی تھی۔ اس کی داستانِ غم نے اسے اتنا ملول کیا تھا کہ آنکھوں میں نمی آٹھہری تھی۔

اور ہارون جس نے کبھی اس سے اپنی محبت کا اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ اس کی اس درجہ ہمدردی و توجہ پہ بکھرتے بکھرتے بھی سنبھل گیا۔ اب یہاں اس گھر میں تنہائی اور آزمائش میں گھرا وہ جینے کے نئے ڈھنگ سیکھ رہا تھا۔ اس لیے بھی کہ اسے اس ننھی جان کی خاطر اپنا خیال رکھنا تھا' جسے ماں کی بے اعتنائی سہنا پڑی تھی۔

☼ ☼ ☼

باہر ہواؤں کی سرسراہٹ کے ساتھ بارش کا شور تھا۔ کتنی مدھر آواز تھی بارش کی' وہ اٹھی اور اپنے ہینڈ بیگ سے خاکی لفافہ نکال کر باہر آ گئی۔

"مام میں آجاؤں۔" اس نے دروازے پر دستک دے کر اجازت چاہی۔

"یس" اندر سے تھکی ہوئی آواز ابھری تھی' اسوہ نے دروازہ پش کیا اور اندر قدم رکھ دیا انہیں اسٹڈی ٹیبل کے سامنے نہ پا کر نظر گھمائی۔ وہ بیڈ پہ دراز تھیں' کمرے میں ملگجا سا اندھیرا تھا وہ اندازہ نہیں کر پائی کہ یوں بے وقت کیوں لیٹی ہیں۔

"آر یو آل رائٹ مام؟" اس نے لائٹ آن کرتے ہوئے تشویش سے کہا۔

"آپ ایزی اسٹوپڈ کی وجہ سے ڈس ہارٹ کیوں ہوتی ہیں۔ مام! اس کی تو عادت ہے۔" معاً ان کے چہرے پہ بکھرتی زردی کو دیکھتے ہوئے وہ لب بھینچ گئی۔

"یہ [illegible] مام!"

"واٹ [illegible]" ان کی نگاہوں سے استعجاب چھلکا۔

"وہ پیسے جو میں نے آپ سے لیے تھے۔" اس نے لفافہ ان کی سمت بڑھا دیا۔

"کیوں ڈانس نہیں سیکھنا؟"

اسوہ نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"کوئی خاص وجہ؟" ان کی نگاہیں اس کے چہرے پہ کھیلتی شرمیلی مسکان میں اٹکیں۔

"وہ نہیں چاہتا ہے۔" وہ سر جھکا کہ اب کھل کر مسکرائی۔

"وہ۔۔۔ وہ کون؟" ان کی حیرانی دیدنی تھی۔

"وہی جسے بھلانے کے لیے میں خود کو اس رقص

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

میں گم کر دینا چاہتی تھی۔" وہ ہاتھ کی انگلی کا ناخن چبا کر ذرا سا ہنسی۔

"وہ پسند نہیں کرتا اور تم نے اپنی خواہش چھوڑ دی۔" انہوں نے بغور اس کا چہرہ جانچا۔

"جی مام! اس کے لیے تو میں سب کچھ ...؟" "معا" وہ جھجک کر چپ ہوئی۔

"کیا بہت اچھا ہے؟" وہ سوال پہ سوال کرنے لگیں۔ اسوہ بوکھلا سی گئی۔

"جی مام! بہت' بے حد' خود سے ہر کسی سے بڑھ کر' اس لیے مام کہ وہ ہے ہی چاہے جانے کے قابل۔"

اس نے آنکھیں میچ کر بہت جذب سے کہا پھر بے اختیار سی ہو کر اپنی جگہ سے اٹھی اور ان کے گھٹنوں پہ دونوں ہاتھ رکھ کے لجاجت سے بولی۔

"مام پلیز! آپ اس سے ملیں تو سہی۔ وہ آپ کو پسند آئے گا۔ میں ایزی کی طرح غلط راستہ نہیں اپنانا چاہتی۔"

"ہوں۔" وہ جیسے کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ "تم اس سے کہو نا۔ وہ آکر مجھ سے ملے۔ بیٹی کی ماں ہو کر میں پہل کرتی اچھی نہیں لگوں گی۔" انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اسوہ کے چہرے پہ سایہ سا لہرا گیا۔

"مام! وہ نہیں آئے گا' اس لیے کہ جو کچھ آپ کی بیٹی اس کے لیے محسوس کرتی ہے۔ وہ ایسا کچھ محسوس نہیں کرتا۔ مجھے ہی ایسا لگتا ہے کہ اگر وہ مجھے نہ ملا تو میں مر جاؤں گی۔"

اس کا گلا رندھ سا گیا۔ ان کا دل تو جیسے مٹھی میں آگیا تھا۔

☼ ☼ ☼

موسم اپنے اندر بے حد خوبصورتی سموئے ہوئے تھا' ہلکے ہلکے چلتی ہوا اور گہرے سیاہ بادلوں نے پورے ماحول کو شام سے پہلے ہی شام کا رنگ دے دیا تھا۔ ہلکی ہلکی پڑتی پھوار اور قریبی مسجد سے آتی نعت کی آواز سب کچھ ہی بہت اچھا تھا' مگر وہ کمرے کی کھڑکی میں کھڑی اپنے ہی خیالوں میں دور پہنچی ہوئی تھی۔ ایک ماہ ہو گیا' اس پہ یہ سانحہ بیتے اور ایک ماہ سے ہی زندگی کا انداز بدل گیا تھا۔ وہ عزت بچا کر بھی گویا ہر نگاہ میں معتوب ہو گئی تھی۔ کتنا بے مایا کر دیا تھا۔ ایزی کی اس انتقامی کارروائی نے' اسے اپنوں کی نظر میں وہ تو بس ششدر سی بدلتے ہوئے رویوں کو دیکھ رہی تھی۔ کتنا برسے تھے بابا اس پہ' اور ان کی بدگمانی' اف وہ یاد کر کے ہی لرز جاتی۔

"صحیح کہتے ہیں لوگ' اولاد پہ اندھا اعتماد نہیں کرنا چاہیے اور بیٹیوں کے معاملے میں تو یہ اعتماد ہمیشہ ڈبوتا ہی ہے۔ برا کیا تھا میں نے کہ برادری کی مخالفت مول لے کر اس کو پڑھنے بھیج دیا' ارے رائی ہو تو پہاڑ بنتا ہے نا' کچھ نہ کچھ تو اس نے بھی حوصلہ افزائی کی ہو گی' تب ہی معاملہ اتنا خراب ہوا۔"

حوریہ کا تو دم نکل گیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی خود پر اعتماد کھو چکی تھی' اس درجہ الزام تراشی اور غلط بیانی پہ اسے لگا تھا جیسے وہ تیورا کر ایسا کرے گی کہ پھر اٹھ نہ سکے گی' مگر ایسا ہی تو نہیں ہوا تھا' کتنی سخت جان تھی وہ۔

"پوچھو اس سے کہ' کون تھا وہ؟ اس کے اگلے پچھلوں کو بلائے اور اپنی صورت لے کر دفعان ہو۔"

وہ چنگھاڑے تھے اور نیم جان ہوتی حوریہ کے قریب ہی جیسے بم پھٹا تھا۔ چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"بتایا تو ہے اس نے وہ ایک بد قماش لڑکا تھا۔"

"چپ زبان کھینچ لوں گا تمہاری' اگر تم نے بے جا حمایت کی تو۔" قہر بھرے انداز میں وہ امی کو [illegible] سے مار دینے کے ارادے سے آگے بڑھے۔

"یہ اس حد تک گر جائے گی' باپ کی عزت کا جنازہ نکال کر اس لونڈے کے ساتھ گلچھرے [illegible] ارے [illegible] ذرا سا بھی گمان [illegible] اپنے ہاتھ سے اس کا گلا گھونٹتا۔"

[illegible]

"دفع دور۔ اس سے کہو یہاں سے چلی جائے۔ میں اس کی صورت۔"

"یہی پوچھنے آئی ہوں بابا! کیوں صورت نہیں دیکھنا چاہتے' جبکہ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

ایک طمانچہ پڑا اس کی زبان گنگ ہو گئی' اس کے ہونٹوں سے سرخ سرخ خون نکل کر پھیل رہا تھا۔

"اسے لے جاؤ یہاں سے اور جہنم میں جھونک دو جتنی جلدی ہو سکے۔ اس کا رشتہ تلاش کرو' چاہے اپاہج ہی ہو یا پھر سڑکوں پہ بھیک مانگتا فقیر' مگر اسے یہاں سے دفعان کرو' ورنہ یہ میرے ہاتھ سے ضائع ہو جائے گی۔"

وہ کف اڑاتے پھنکارتے گھر سے نکل گئے تھے۔

☼ ☼ ☼

"السلام علیکم؟ میم! میں رابعہ ہوں' وہی جس نے آپ کو حوریہ کے کڈنیپ ہونے کی اطلاع دی تھی۔"

"ہاں بیٹا بولو۔" وہ جو بہت مگن انداز میں اپنے ناول کی آخری قسط کا کلائمکس لکھ رہی تھیں۔

"میم آئی ایم سوری! کہ آپ نے اپنا کردار اس انداز میں نہیں نبھایا' جیسے کہ نبھانا چاہیے تھا۔" لہجہ ترش اور تلخ تھا۔

"بیٹا! وہ حوریہ نے تو اس روز بھی مجھے گھر کے اندر آنے ہی نہیں دیا تھا' وہ بہت گھبرائی ہوئی تھی' حالانکہ میں چاہتی تھی کہ اس کی پوزیشن کلیئر کر دوں' مگر...؟"

وضاحت دیتے بھی وہ خجل سی رہیں۔

"خیر جو ہوا اسے جانے دیں' ایک ریکوسٹ کروں آپ سے۔" دوسری جانب رابعہ نے بھی فوراً مفاہمت اختیار کی تھی۔

"ہاں بیٹا! کہو۔" "میم! آپ اپنے بیٹے کی غلطی کا ازالہ کریں۔ حوریہ سے اس کی شادی کروا دیں' میم پلیز۔ وہ اس وقت سخت آزمائش میں ہے' چونکہ وہ اس آزمائش میں اس کی وجہ سے دوچار ہوئی ہے۔"

"آں ہاں' بالکل کیوں نہیں۔" وہ چونکیں اور گڑبڑائیں۔

"تھینکس میم! میں منتظر رہوں گی۔ اللہ حافظ۔" انہوں نے بے دلی سے فون رکھ دیا' تبھی دروازہ تھپتھپا کر ایزی اندر آیا۔

"مجھے دس ہزار کی ارجنٹ ضرورت ہے۔ مام پلیز دے دیں۔" بلیک چست جینز پہ بلیک شرٹ پہنے وہ رف سے حلیے میں تھا۔

"کیوں اب کون سا گل کھلانا ہے؟" ان کی تیوری چڑھی۔

"میری ہی غلطی تھی' جو تم اس حد تک بے لحاظ ہو گئے ہو۔" انہوں نے پیپرز سمیٹ کر رکھتے ہوئے تلخی سے کہا۔

"سوہ کو تو آپ نے پچاس ہزار بھی ایک منٹ میں نکال کر دے دیے تھے' بغیر کسی حیل و حجت کے۔ ڈانس سیکھنا کب سے اچھا کام ہو گیا۔"

وہ ناگواری سے جتا کر بولا۔ انہوں نے دراز لاکڈ کرتے ہوئے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"ایزی! میں اس لڑکی کے ساتھ تمہارا رشتہ طے کر چکی ہوں۔ شادی بھی جلدی ہو گی۔ اب تم یہ فضولیات چھوڑ دو۔ اب بھی اگر تم میری بات سے انکاری ہو گے تو یاد رکھنا میں اس مرتبہ خود تمہیں گھر سے نکال دوں گی۔"

ان کی آنکھوں سے برہمی چھلک رہی تھی۔ ایزی نے سختی سے لب بھینچ کر انہیں دیکھا۔

"آپ میری کمزوری سے آگاہ ہیں ماما! اور اس سے فائدہ بھی اٹھا رہی ہیں۔ اوکے فائن۔ کر لیں اپنی مرضی ابھی تو مجھے رقم دے دیں' شادی کے وقت نہیں بھاگوں گا مام! میری دکھتی رگ آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

بات کاٹ کر تلخی سے کہتا وہ ان کے بڑھائے دس ہزار کے چیک کو اچک کر چلتا بنا۔ وہ کچھ پریشان سی کھڑی رہ گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

خوش ہونے کے بجائے عجیب سی یاسیت اور رنج

DigestLibrary.com

Scanned with CamScanner

نے گھیر لیا تھا۔ حوریہ کے باپ کے جاہلانہ رویّے پہ انہیں بہت تاسف ہوا تھا' نہ کوئی رسم ادا کرنے دی تھی نہ ہی شگن' بس شادی کی تاریخ طے کردی' انہیں اس لڑکی کی بد نصیبی پہ بہت رونا آرہا تھا۔ ایزی سے شادی ہونا ان کے نزدیک تو بد نصیبی ہی تھی' مگر وہ اس کے سوا کر بھی کیا سکتی تھیں۔

"مام! معاذ کے گھر چلیں۔" اسوہ جو ان کے ساتھ ہی گئی تھی' راستے میں ہی گاڑی روک کر اچانک بولی۔

"آں ہاں چلو دیکھتے ہیں' وہاں سے کیا ملتا ہے۔" وہ اداسی سے مسکرائیں۔

"وہ ایسے جاہل اور دقیانوسی سوچ کے مالک نہیں ہیں مام! ریئلی معاذ کے بابا اتنی ڈیشنگ اور امپریسو پرسنالٹی رکھتے ہیں کہ میں تو انہیں دیکھتی ہی رہ گئی۔"

"اوہ! تم تو معاذ سے زیادہ اس کے بابا سے متاثر لگتی ہو۔" وہ بے دلی سے مسکرائیں۔

"نہیں خیر' مجھے تو جس سے متاثر ہونا تھا ہو گئی۔ ان سے تو آپ جیسی خواتین ہی متاثر ہو سکتی ہیں۔"

اس نے خفیف سی شرارت کی تھی' مگر ان کے چہرے پہ موجود مسکراہٹ لمحے کے ہزارویں حصے میں غائب ہوتے دیکھ کر وہ خاموش سی ہو گئی۔

گاڑی مطلوبہ مکان کے سامنے رکی اور وہ ان کی حیران اور کسی حد تک خفا نظروں کو خاطر میں لائے بغیر گاڑی سے اتر کر اطلاعی گھنٹی بجانے لگی' وہ بھی خاصی بددلی سے اس کے ہمراہ دروازے تک آگئی تھیں۔

دروازہ وا ہوا اور جیسے ہر سو روشنی سی بکھر گئی۔ معاذ سفید کلف شدہ شلوار سوٹ میں نکھرا نکھرا سامنے تھا۔

"السلام علیکم! انکل ہیں۔ دس از مائی مام' ان سے ملنے آئی ہیں۔" اسے دروازے میں اٹکے دیکھ کر اسوہ نے کھنکتے لہجے میں کہتے ہوئے گویا اپنی آمد کی وجہ بیان کی' جبکہ وہ اپنی جگہ خفت کا شکار ہو رہی تھیں۔ جانے کیوں انہیں اس بے انتہا خوبرو سے لڑکے کی آنکھوں میں دیکھ کر ایسا کیوں لگا تھا کہ وہ کہہ رہا ہو۔ کیوں کس سلسلے میں ملنا چاہتی ہیں۔

معاذ نے ایک نظر انہیں دیکھا تھا جو یک ٹک اسے دیکھ رہی تھیں' پھر آہستگی سے ہٹ کر انہیں راستہ دے دیا۔

"بابا تو نماز پڑھنے گئے ہیں۔ بس آتے ہوں گے۔ آپ بیٹھیے۔"

وہ انہیں ہمراہ لیے چھوٹے سے انتہائی سادگی سے سجے ڈرائنگ روم میں لے آیا تھا۔

"میں چائے لاتا ہوں۔" وہ ایک بار پھر ان کی نظروں کے حصار میں آیا تو جز بز ہو کر کہتا پلٹ گیا۔

"دستھیائی ہوئی ہیں والدہ بھی بیٹی کی طرح۔" اس نے تپ کر سوچا۔

"بیٹا! تمہاری والدہ یا بہن نہیں ہیں گھر میں؟"

"جی نہیں۔ صرف میں اور بابا ہوتے ہیں' وہ بھی جب وہ تبلیغی دوروں پہ ہوتے ہیں تو میں تنہا رہتا ہوں۔" اس نے دروازے سے نکلنے سے قبل آہستگی سے جواب دیا اور اگلے ہی لمحے دہلیز پار کرلی۔

"بابا! کچھ مہمان آئے ہیں آپ سے ملنے۔" دروازے پہ دستک کے بعد' جب اس نے دروازہ کھولا تو اطلاع یہی دی۔

"کون؟" وہ سر سے ٹوپی اتارتے ہوئے بال سہلانے لگے۔

"اسوہ یاد ہے' اسی کی مام ہیں۔" وہ بے نیازی سے کہہ کر خود کچن کی سمت بڑھ گیا' جبکہ وہ مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوئے تھے اور سامنے موجود خاتون پہ نگاہ پڑتے ہی وہ پتھر کے مجسمے کی مانند ساکت ہو گئے۔ اسوہ کی کسی بات کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے بھی اس پل نظر اٹھائی تھی اور جیسے زمین آسمان ان کی نگاہوں میں گھوم گئے تھے۔ یہ کوئی الوژن نہیں تھا۔ یہ حقیقت تھی وہی حقیقت' جس کی انہوں نے طویل سجدوں میں ربّ سے التجا کی تھی۔ یہ ثمر تھا۔ ان کی دعاؤں کا' یہ اعجاز تھا ان کی ریاضتوں کا' وہ اچانک اٹھی تھیں اور لڑکھڑا کر ان کی جانب بڑھی تھیں۔

"ہا.... رو.... ن...." یہ نام ان کی زبان سے ٹوٹ کر بکھرا تھا اور اگلے ہی پل وہ پھوٹ پھوٹ کر روتی ان کے قدموں سے لپٹ کر بے اختیار ہو گئی تھیں۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

✡ ✡ ✡

"میرا گناہ بہت بڑا تھا' تو پھر سزا بھی اسی حساب سے ملی تھی۔ اس گھر سے آپ کو نکال کر میں ایسے پُرسکون ہوئی تھی کہ جیسے تمام اضطراب ڈھل گیا ہو۔ یہ اضطراب نہیں تھا۔ یہ تو میری فطرت کی کمینگی تھی یا پھر میرا انتقام' میں سوچتی ہوں تو حیران ہوتی ہوں کیا ہو گیا تھا مجھے کیوں اتنی کٹھور' اس قدر سفاک ہو گئی تھی کہ آپ کو ہی نہیں۔ اپنے بیٹے کو بھی اسی نفرت کی بھینٹ چڑھا دیا۔ آپ صحیح کہتے تھے ہارون کہ اس گناہ میں' میں بھی شامل تھی۔ میں نے کیوں اخلاقیات روایات اور سب سے بڑھ کر مذہب کے بتائے راستوں سے روگردانی کی۔ کیوں تنہائی میں آپ سے ملتی رہی' پھر تو وہی ہونا تھا جو ہوا' مگر اس کے بعد جو میں نے کیا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ تو کسی طرح بھی زیب نہیں دیتا تھا مجھے' آپ کو یاد ہے ہارون! جب آپ اس گھر سے جا رہے تھے' تب میرا بچہ میرا لختِ جگر رو رہا تھا' اس کی تڑپ اور پکار تب میرا دل نہ پگھلا سکی تھی' مگر پھر' پھر قدرت نے مجھے میرے کیے کی سزا دینا شروع کر دی' اپنے بچے کے رونے کی آواز راتوں کی نیند اڑانے لگی' مگر اس سے پہلے بابا میرے اس قدر سفاکانہ فیصلے پہ مجھے لعنت ملامت کرنے کے بعد مجھے چھوڑ کر عثمان کے پاس سعودیہ چلے گئے۔ ماں تھیں جتنی بھی سخت سہی' مگر وہ میری طرح دل کی جگہ پہ پتھر نہیں رکھ سکتی تھیں' سو وہ میرے پاس ہی رہیں' مگر میرا سکون تو کھو چکا تھا۔ کتنا تلاشا آپ کو' مگر آپ نہیں ملے۔ میں ہسٹریا کی مریض ہو چکی تھی' ڈاکٹرز نے میرے ٹھیک ہونے کی شرط یہی رکھی تھی۔ کہ میرا بچہ مجھے مل جائے' تب یہی ایک حل تھا جو مما نے نکالا۔ ہاں انہوں نے یتیم خانے سے دو جڑواں بچے اڈاپٹ کیے۔ ایزی اور اسوہ جنہوں نے میری مامتا کی تڑپ کو مٹایا' مگر اس کسک کو دور نہ کر سکے' جو اپنے بچے کے لیے دل میں اٹھی تھی۔ پچیس سال کم تو نہیں ہوتے۔ ہارون میں نے پچیس سال تک بھگتان بھگتا ہے۔ کیا آپ مجھے معاف کریں گے؟"

آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سامنے جوڑ دیے تھے' وہ چونکے' انہیں دیکھا' مسکرائے اور بڑھ کہ ان کے بندھے ہوئے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیے۔ دہلیز پہ اسی وقت قدم رکھتا معاذ ٹھٹکا تھا۔ چائے کی ٹرے اس کے مضبوط ہاتھوں میں لرزی تھی اور اس کی آنکھیں سکتے کے عالم میں کھلی رہ گئیں۔ معاذ پلٹا تھا اور ایک جھٹکے سے مڑ کر باہر نکل گیا' تب سے اس داستانِ الم کے سوز میں گم اسوہ سب سے پہلے چونکی اور تڑپ کر اس کے پیچھے لپکی' اس کے پیچھے ہی وہ دونوں بھی' ضویا کی حالت تو بالکل دیوانوں کی سی تھی۔

"معاذ معاذ بیٹے!" مگر وہ ہر پکار اَن سنی کرتا بیرونی دروازہ پار کر گیا تھا۔

✡ ✡ ✡

"واٹ نان سینس معاذ! یو آر ناٹ اے کڈ۔"

جس وقت اس نے تھکے ماند سے شکستہ اعصاب سمیت گھر کی دہلیز پار کی' وہ اسے بلب کی زرد روشنی میں آنگن میں ہی ٹہلتے مل گئے۔ اسے دیکھا تو لپک کر قریب آتے ہوئے خفگی بھری سرزنش کی۔ دروازہ بھی یقیناً" اس کے انتظار میں کھلا چھوڑ رکھا تھا۔ اس نے شاکی نگاہ ان پہ ڈالی اور قدم گھسیٹتے ہوئے برآمدے میں پڑے تخت پہ گر گیا۔

"کیوں خفا ہو بھلا؟" انہوں نے اس کا بجھا ہوا چہرہ دیکھا۔ اس نے شاکی نظر ان پہ ڈالی تھی۔ وہ بے ساختہ مسکرائے۔

"میں نے آپ سے کہا تھا۔ وہ اسوہ کی مما ہیں۔"

اس نے منہ پھلا کر روٹھے پن سے کہا' پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھا اور بوجھل لہجے میں بولا۔

"پتا ہے بابا جانی! جب میں چھوٹا سا تھا نا! تب میں چاہتا تھا میرے بابا جانی سب سے بہادر ہوں' ٹارزن کی طرح۔ سپرمین کی طرح' لیکن پھر جب میں بالکل آپ کے قد کے برابر آیا تو میرے دل نے ایک اور خواہش

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

کی جو انہونی بے شک تھی، جانتے ہیں وہ کیا خواہش تھی۔"

اس نے رک کر بوجھل پپوٹوں کو اٹھا کر انہیں دیکھا، جو بہت سنجیدگی سے اسے دیکھ اور سن رہے تھے۔

"وہ خواہش تھی آپ کے مضبوط اور پختہ کردار کی۔ بابا جانی میں نے آپ میں یہ خوبی پائی بھی ہے۔ اتنی سحر انگیز شخصیت ہے آپ کی۔ میں نے اکثر خواتین کو آپ کی سمت متوجہ ہوتے ٹھٹکتے دیکھا، مگر آپ نے بہت محتاط زندگی گزاری۔ اس کے باوجود کہ آپ عورت کی رفاقت کے بغیر زندگی گزار رہے تھے مگر آج، آج شام بابا جانی تب مجھے اتنا شاک لگا، جب آپ کو اسوہ کی مما کے ہاتھ تھامے دیکھا۔"

اس کا بوجھل لہجہ بھینچ سا گیا تھا۔ ان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"اور اگر میں کہوں کہ وہ اسوہ کی مما نہیں تمہاری مما تھیں، تمہارے اسٹرانگ بابا جانی نے کسی غیر عورت کا نہیں تمہاری ماں کا ہاتھ ہی پکڑا تھا تو کیا مجھے یعنی اپنے بابا جانی کو اس گستاخی پہ معاف کرو گے؟"

ان کا انداز ڈرامائی نہیں تھا، البتہ شریر ضرور تھا، مگر وہ تو جیسے حیران سا رہ گیا۔

"آپ مذاق کر رہے ہیں بابا!" کچھ دیر بعد اس کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز برآمد ہوئی۔

"ایسا سنگین مذاق کیوں کروں گا۔" وہ پل کے پل تھکن کا شکار ہوئے۔

"اور آپ نے انہیں معاف کر دیا، اتنی زیادتی کے باوجود۔" وہ برہم ہو گیا۔

"معاف کرنے والی ذات تو اللہ کی ہے۔ بیٹے! آپ دعا کرو اللہ آپ کے بابا جانی کی بہت سی لغزشوں اور کوتاہیوں کو معاف کر دے۔" عجز و انکساری ان کے ہر انداز سے عیاں تھی۔

اس نے ٹھنڈی سانس بھری۔ "انہیں پتا چل گیا تھا سب کچھ پھر بھی وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئیں۔ کیا انہیں اس سب پہ پچھتاوا نہیں تھا؟"

اس نے عجیب سا سوال کیا، وہ چونکے تھے اور کاندھے اچکا دیے۔

"وہ تم سے ملنا چاہتی تھیں۔ بہت بے قرار تھیں، مگر تم تو جانے کہاں چلے گئے تھے۔"

"آخر آ ہی جاتا۔ آیا ہوں نا۔ انہیں عادت ہے بابا! ہمارے بغیر رہنے کی۔" اس کا دل و دماغ تناؤ کا شکار ہونے لگا۔

"معاذ! ایسی منفی سوچ مت اپناؤ۔ بہت غلط بات ہے۔ وہ کل پھر آئیں گی۔"

انہوں نے اسے سمجھایا تھا، مگر وہ تنک کر بولا۔ "مگر میں کل بھی ان سے نہیں ملوں گا۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ رکا نہیں تھا۔ ہارون پریشان سے رہ گئے۔

☼ ☼ ☼

اور اس کی یہ بدگمانی، یہ شکایت ضوبیا نے پہلی بار ہی مل کر کچھ اس طرح سے دور کی تھی کہ وہ ان کی محبتوں کی شدتوں اور آنسوؤں کی برسات کے سامنے ہار سا گیا تھا۔

"تھینک گاڈ فضا کا بوجھل پن تو دور ہوا۔"

جس پل وہ بہت ہلکا پھلکا ہو کر مسکرایا، اسوہ چائے کی ٹرالی سمیت اندر آئی تھی اور اسے دیکھ کر لطیف سی چوٹ کی، مگر معاذ نے اس کی بات پہ کوئی جواب نہیں دیا۔ اچانک وہ اٹھا اور گھڑی دیکھتے ہوئے جانے کو تیار ہو گیا۔

"بابا جانی! میرا ویٹ کر رہے ہوں گے۔"

"بیٹا کال کر لو بتا دو انہیں۔ ابھی تو جی بھر کے تمہیں دیکھا بھی نہیں، کھانا بھی کھاؤ نا ہمارے ساتھ۔" وہ اس کے پیچھے پیچھے آئی تھیں اور معاذ ایک دم ہی بے حد ملول سا ہو گیا۔ لفظ "ہمارے" اس کے دل میں پھانس بن کر چبھا تھا اور یہی چبھن اس نے ہارون کے سامنے ظاہر کی تھی۔

"وہ میری ماں ہے بابا! جبکہ حق ان پہ دوسرے جتاتے ہیں۔"

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

اس وقت وہ انہیں وہی معصوم سا بچہ محسوس ہوا۔ جو بہت چھوٹی عمر سے ماں کی آغوش کے لیے ترستا رہا تھا اور اپنے سوالوں سے انہیں زچ کر ڈالتا تھا' یہاں تلک کہ انہیں اسے سنسر کر کے اپنی کہانی سنانا پڑی تھی اور وہ اسی آس میں دن کاٹتا بڑا ہو گیا تھا کہ مما کی بابا سے صلح ہو جائے گی اور پھر وہ سب اکٹھے رہیں گے۔

"وہ ان کی بھی ماں ہیں بیٹے! ذہن اور سوچ کو وسیع رکھنا چاہیے۔" وہ ناراضی سے انہیں تکنے لگا۔

"وہ صرف میری مما ہیں بابا! نو کمپرومائز۔ میں بالکل شراکت پسند نہیں کروں گا۔" وہ تنفر سے کہتا اٹھ کر چلا گیا۔ ہارون کچھ سوچ رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

ہلکی بوندا باندی موسلا دھار بارش کا روپ دھار گئی تھی' جب وہ دوڑتا ہوا لان عبور کرتا اندرونی حصے کی جانب آیا۔ ہر سو خاموشی اور سناٹا تھا۔ اس نے ایک دروازہ کھولا۔

"اماں! اماں کہاں ہیں آپ؟" لاؤنج پورا ہی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ ایک قدم بڑھا اور کسی شے سے الجھ کر لڑکھڑا سا گیا۔

"اُفوہ کہاں ہیں سب! اور یہ اندھیرا؟" معاً سارے لائٹیں پل بھر میں آن ہوئیں اور پورا لاؤنج روشنیوں سے بھر گیا۔ سامنے پھولوں سے سجی ٹرالی پر رکھا اس کا من پسند کیک رکھا تھا۔ اور موم بتیاں لگی تھیں۔ یہ سارا ایونٹ معاذ کے لیے بے حد حیران کن تھا۔ ذرا سے کچھ فاصلے پہ کھڑی اسوہ مسکراتی ہوئی داد طلب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی' اس کے حیرت زدہ چہرے پہ ساری بات سمجھ میں آتے ہی یکایک گمبھیر قسم کی سنجیدگی چھا گئی۔ تب ہی ضویا ہاتھ میں سرخ اور گلابی پھولوں کا بالکل تازہ بکے لیے اس کی طرف بڑھی تھیں اور والہانہ انداز میں اس کی پیشانی چوم کر اس کے لمبے چوڑے وجود کو اپنے بازوؤں میں بھرنے کی ناکام سی کوشش کی' اسوہ نے آگے بڑھ کر سی ڈی پلیئر آن کر دیا تھا' ہیپی برتھ ڈے ٹو یو سے پورا لاؤنج گونجنے لگا۔ وہ لب بھینچے کسی قدر خفا نظر آ رہا تھا' اسوہ اور ضویا کی آنکھوں میں اس پل جو خوشی کے جگنو جگمگ کر رہے تھے ان کی جھلملاہٹ اسے کچھ بھی کہنے سے باز رکھے رہی۔

"آؤ نا بیٹا! کیک کاٹو۔" ضویا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا' تب وہ محض ان کا دل رکھنے کی خاطر آگے بڑھ آیا۔

"کیا بات ہے بیٹا! آپ بہت سیریس ہو۔ تمہارے بابا شریک نہیں ہیں' مگر وہ اس طرح کی باتوں کو اچھا نہیں سمجھتے نا۔ میں تو اس لیے...."

"اچھا تو میں بھی نہیں سمجھتا امی! یہ تو انگریزوں کی رسمیں ہیں جو مجھے وقت اور پیسے کے ضیاع کے ساتھ دین سے دوری کا باعث ہی لگتی ہیں۔" وہ سنجیدگی سے بولا تھا۔

"اسوہ! مجھے اس قسم کے تکلفات پسند نہیں۔" اس نے اسوہ کو مخاطب کیا' جو اسے گفٹ پیش کر رہی تھی۔ وہ دھواں ہوتا چہرہ لیے بے اختیار دو قدم پیچھے ہٹی اور ایک جھٹکے سے پلٹ کر باہر نکل گئی۔

"مجھے تم پر فخر ہے بیٹا! تمہارے باپ نے تمہاری تربیت بہت اچھے انداز میں کی ہے' میں شاید کبھی تمہیں اتنا مکمل اور اسٹرانگ نہ بنا سکتی۔"

ضویا کی آنکھوں میں نمی تھی۔ "مجھے اپنے بابا پہ فخر ہے' انہوں نے بہت جدوجہد کی ہے میرے لیے' اپنے لیے۔ آپ کو پتا ہے مجھے منزل پہ پہنچانے کی خاطر انہوں نے اپنا آرام' اپنا سکون اور خوشی سب کچھ مجھ پہ نچھاور کیا' وہ دن کو کام کرتے تھے' تو رات کو جاگ کر مجھے پڑھاتے تھے' وہ کہا کرتے تھے جو میرے پاس نہیں رہا۔ وہ مجھے دلوائیں گے' اماں وہ مجھے پولیس ڈیپارٹمنٹ میں دیکھنا چاہتے تھے' مگر میں نے انکار کر دیا' پتا کیوں' اس لیے کہ یہ صرف بدنام شعبہ ہی نہیں ہے' یہاں واقعی بہت دھاندلی ہے' میرے بابا ایک ایمان دار آفیسر تھے' بہت کچھ کھو کر وہ اس پوسٹ تک پہنچے تھے' مگر ایک ذرا سی بات کو بنیاد بنا کر انہوں نے بابا کو برطرف کر دیا۔"

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

ضویا مجرم سی بنی اسے تکنے لگیں کیا اگر یہ جان جائے کہ اس کے بابا کی نوکری ہی نہیں زندگی کی بھی تباہی کی وجہ وہ ہیں تو وہ انہیں معاف کردے گا؟ اتنی ہی محبت سے ملے گا ان سے۔

وہ سوچ گئی تھیں۔

"او کے چلتا ہوں اور ہاں اپنی بیٹی سے کہیے گا مجھ پہ وقت اور اپنے جذبات ضائع نہ کرے' یہاں دال نہیں گلے گی۔" آخر میں وہ کچھ شرارتی سا ہوا تھا۔ ضویا ہنستے ہوئے اسے دھپ لگادی۔

☼ ☼ ☼

"کیا ہو رہا ہے؟" سارے گھر میں انہیں تلاش کر کے جب کچن میں جھانکا تو انہیں مصروف دیکھ کر وہیں آگیا۔

"ارے بابا جانی! آپ کوکنگ کر رہے ہیں۔" اسے یکایک خجالت نے گھیر لیا۔ کام سے واپسی پہ تھکن اتنی تھی کہ وہ بستر پہ ذرا دم لینے کو لیٹا تھا' مگر پتا نہیں کب آنکھ لگ گئی۔

"اسپینش آملیٹ بنا رہا ہوں۔ تمہیں پسند ہے نا؟" انہوں نے انڈے توڑ کر باؤل میں ڈالتے ہوئے مصروفیت سے جواب دیا۔

"ہٹیں آپ۔ میں کرتا ہوں۔" اس نے کاندھوں سے تھام کر ہٹانا چاہا۔

"ارے یار! تم تو ایسے کانشس ہو رہے ہو جیسے میں یہ کام پہلی مرتبہ کر رہا ہوں۔" وہ مسکرائے۔

"جی!" اس نے ٹھنڈی سانس کھینچا اور پھر کسی قدر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بہت دکھ سے گویا ہوا تھا۔

"ہمارے ہاں ہمیشہ سب کچھ انوکھا ہی تو ہوتا آیا ہے' جو کام لوگوں کی امائیں کرتی ہیں' وہ کام ہمارے بابا کو کرنے پڑے۔"

ابلے ہوئے آلوؤں کے باریک قتلے کاٹتے ہوئے وہ انہیں چونکا گیا' انہوں نے اس کے چہرے کے شاکی تاثرات کو بغور دیکھا۔ "کیا بات ہے معاذ! آج سے پہلے تو تم نے کبھی اس قسم کے شکوے' شکایات نہیں کیے۔"

"آج سے پہلے مجھے ماں کی کمی اس حد تک محسوس بھی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے کہ میں ماں سے واقف ہی نہیں تھا۔"

وہ کیا کہتے خاموشی سے کھڑے رہے۔

"بابا جانی آپ امی کو لے آئیں۔ میری خاطر اب مجھ سے مزید صبر نہیں ہوتا۔" وہ بھاری آواز میں کہتا لب کچلنے لگا' کسی معصوم سے ضدی بچے کی طرح۔

"مجھے حوصلہ ہی نہیں ہوا معاذ! میں کیسے کہتا۔ یہ بات تو شاید تمہاری ماں کو خود سوچنا چاہیے تھی' شاید یہ گھر ان کے رہنے کے قابل نہیں ہے۔ میں پہلے بھی اس سے کمتر تھا اور شاید وہ مجھے اب بھی خود سے کم درجے پہ ہی سمجھتی ہے۔"

معاذ نے چونک کر انہیں دیکھا' وہ جیسے بے خیالی میں کہیں ماضی میں پہنچ گئے تھے' معاذ آہستگی سے پلٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

"امی! امی!" وہ اندر داخل ہوتے ہی انہیں پکارنے لگا تھا۔ ضویا جو اسوہ کے ساتھ ایزی کی بری میں چڑھانے والے زیورات دیکھ رہی تھیں' اس کی آواز پہ بے ساختہ مسکرائیں۔ وہ بھی وہیں آگیا۔

"امی چلیں' میرے ساتھ۔" ان کا ہاتھ پکڑ کر الٹے قدموں واپس ہوا تو ضویا بوکھلا سی گئیں۔

"مگر کہاں؟" جبکہ اسوہ بس یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی' ہلکا آسمانی رنگ کتنا جچ رہا ہے اس پہ' اسے اس رنگ کے لباس میں دیکھ کر سوچ رہی تھی۔

"جہاں میں لے چلوں۔ چلیں گی؟" وہ اچانک ان کی جانب پلٹ کر آنکھوں میں جھانکنے لگا۔ "غلط جگہ پہ اتنا اچھا ڈائیلاگ بول کر مزا ہی کرکرا کر دیا۔" اسوہ موجود ہو اور آس پاس معاذ بھی پھر بھلا ممکن تھا کہ اس کی شوخی پہ بند بندھے ضویا مسکرائی تھیں' جبکہ معاذ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تمہیں یاد ہے میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا' مجھے بے باک لڑکیاں بالکل پسند نہیں ہیں۔" اس کا

pdfbooksfree.pk / digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

لہجہ کسی حد تک تلخ تھا۔

"میری خوش بختی کے لیے یہی کافی ہے کہ تم مجھ سے کہی باتوں کو یاد رکھے ہوئے ہو۔" اس کی چونچالی عروج پہ تھی۔

معاذ جیسے زچ سا ہو گیا۔

"بالکل چلوں گی بیٹا چلو۔" ضویا نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کروالی۔

"چلیں اور اس گھر سے جو لینا ہے، لے لیں، میں آپ کو ہمیشہ کے لیے لینے آیا ہوں۔"

وہ اتنا بڑا فیصلہ تن تنہا کر کے بھی بہت پُرسکون تھا، ضویا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا لوں گی جہاں جا رہی ہوں۔ وہاں بھی تو میرا سب کچھ ہے۔ تمہارے اور تمہارے بابا سمیت۔"

وہ اتنے اعتماد سے مسکرا کر گویا ہوئی تھیں کہ معاذ جو واقعی انہیں آزمانے، انہیں پرکھنے آیا تھا، ایک پل کو حیران رہ گیا۔

"اب چلیں۔" وہ بہت میٹھی مسکراہٹ سمیت اس کے وجیہہ چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہی تھیں۔

"ہاں چلیں۔" وہ حواسوں میں لوٹا جیسے یکایک آسمانوں کی بلندیوں پہ اڑنے لگا۔

"آخر میری ماں ہیں، بابا تو بس یونہی ڈر رہے۔" اس کا سر یکلخت ہی فخر سے بلند ہوا۔

"مگر مام! یہ یہ کیسے ہو سکتا ہے میں تو آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی، پھر یہ گھر، ایزی کی شادی ..."

جب وہ واقعی اس کے ساتھ چل دیں تو اسوہ جو اس اچانک سچویشن پہ غیر یقینی سے ساکت تھی، جیسے ایکدم سے چیخی۔

"سب کچھ ہو گا، ایزی کی شادی بھی اور تمہاری رخصتی بھی خاطر جمع رکھو۔"

انہوں نے اس کے سٹپٹائے ہوئے انداز پہ کہا۔ تب ان کی بات سے اپنی مرضی کا مطلب اخذ کرتے اس کا دل سنبھلا تھا۔

"امی! آپ کو خود یہ خیال کیوں نہیں آیا؟" راستے میں اس نے دل میں مچلتا سوال پوچھا۔ وہ مسکرائیں۔

"میں تمہارے بابا جانی کی جانب سے پیش رفت کی منتظر تھی، لیکن خیر تم تو مجھے ان سے بھی بڑھ کے ہو۔" انہوں نے بہت محبت سے کہا۔ معاذ کھل کر مسکرایا۔

"اب میں بابا جانی سے آپ کی بات بڑھا چڑھا کر پیش کروں گا۔" اس نے آنکھیں نچائیں اور ان کی آخری بات پہ گرفت کی۔

"یعنی لگائی بجھائی کرو گے۔ پہلے ان سے ڈھنگ سے صلح تو ہونے دو۔"

وہ بے اختیار ہنسی تھیں، ان کی ہنسی میں معاذ کی ہنسی بھی شامل ہو گئی۔

"یہ تو پاگل ہے ابھی تک بچہ بنا رہتا ہے۔ آپ کو تو سمجھ داری سے کام لینا چاہیے تھا ضویا! اکیلی بچی کو چھوڑ کر چلی آئیں۔"

ہارون اندر کی کیفیات چھپائے بہت فکر مندی سے گویا ہوئے، جبکہ معاذ بہت مزے لے لے کر اسپیگھٹی کھا رہا تھا، جو اس نے ضویا سے فرمائش کر کے دیسی مسالے ڈلوا کر بنوایا تھا۔

"یعنی دوسرے معنوں میں آپ میرے اپنے گھر میں آنے پہ خفا ہو رہے ہیں۔" ان سے معافی تلافی کر لینے کے بعد وہ بہت مطمئن اور سرشار نظر آ رہی تھیں۔ ہارون ذرا سا خفیف ہوئے۔

"یہ بھلا کیوں چاہوں گا میں۔ میں تو اس بچی ..."

"اُفوہ بابا! اس بچی کی اتنی فکر کیوں ہے آپ کو۔ محترمہ تیئس سال کی ہو چکی ہیں۔" معاذ چڑ گیا۔

وہ کچن میں کسی کام سے گئیں اور واپس آئیں تو ہارون کو ایک بار پھر سوچ میں گم دیکھا تو نزدیک آ کر اپنا ہاتھ ان کے کاندھے پہ رکھ دیا۔

"پریشان کیوں ہوتے ہیں۔ اسوہ کو یہاں لانے میں کوئی حرج نہیں تھا، مگر میں باضابطہ طریقے سے اسے لانا چاہتی ہوں۔"

ہارون نے چونک کر ان کی مسکراہٹ دیکھی۔

"مطلب؟"

"مطلب یہ کہ اپنے معاذ کی دلہن بنا کر۔ وہ بہت پسند کرتی ہے معاذ کو۔"

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

ضوبیا نے بہت تفاخر سے بتایا۔
"اور معاذ...؟" ہارون ٹھٹکے تھے۔
"اس نے تو کچھ ظاہر نہیں کیا۔ بہر حال میں اس کی رائے لیے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گی۔ ڈونٹ وری۔" انہوں نے تسلی دی۔
"تھینکس!" ہارون واقعی مطمئن ہوئے تھے۔
"نو تھینکس، نو سوری۔" کچھ دیر تک یونہی انہیں شکوہ بھری نظروں سے تکتے رہنے کے بعد وہ بہت استحقاق سے بولی تھیں، ہارون اسرار بہت عرصے بعد بہت دل سے مسکرائے۔

☆ ☆ ☆

بہت سارے خدشات، واہمے اور خوف لیے حوریہ نے اپنے باپ کی دہلیز چھوڑی اور ایزی کے سنگ اس کے گھر رخصت ہو کر آ گئی۔ وہ قسمت کی ستم ظریفی پہ ہراساں ہونے کے بعد اب شاکی ہو گئی تھی۔ اعتماد، یقین، بھروسا، مان سب کچھ ہی تو بکھر گیا تھا۔ اب کیا بچا تھا۔ ایک ٹوٹا ہوا دل اور سوختہ بدن۔ وہ ایزی پہ یقین کیسے کر لیتی، جبکہ اس کے چاہنے والے شفیق باپ نے منٹوں میں اسے خود اس کی نظروں سے گرا دیا تھا۔
ضوبیا اسے اس کے بیڈ روم تک پہنچا گئی تھیں۔ ایزی کی طرف اس نے ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ دل ہی نہیں چاہا، حالانکہ کتنی ہی رسموں کی ادائیگی کے وقت وہ اس کے برابر ہی تو بیٹھا تھا، پتا نہیں وہ واقعی خوش تھا یا خوش نظر آنے کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔ کمرہ بہت خوبصورتی سے سجا ہوا تھا، بہت آرٹسٹک انداز میں پھولوں سے آرائش کی گئی تھی، مگر اس کا بوجھل اور آزردہ دل کچھ بھی محسوس کرنے سے قاصر تھا۔
رات دھیرے دھیرے بیتتی جا رہی تھی۔ رات کا دوسرا پہر شروع ہوا تب اس نے اندر قدم رکھا۔ شیروانی اتار کر دور پھینکی، پھر الماری میں کچھ کھٹ پٹ کرتا رہا، اس کے بعد اس کے پاس آ گیا۔ حوریہ کے وہی احساسات جو جامد تھے، اب یکبارگی خوف اور دہشت کا شکار ہونے لگے۔

"یہ بیئر ہے، جو آج میں بالخصوص تمہیں تمہارے اس وجود کو خراج پیش کرنے پیوں گا، جانتی ہو کیوں؟ اس لیے کہ تمہیں اپنی اصلیت پتا چل جائے، تم نے ایزی سے ٹکر لی تھی نا!" وہ اس کا گھونگھٹ نوچ کر زبردستی چہرہ اٹھاتا، اس کی دہشت سے پھٹی آنکھوں میں اپنی سفاک بے رحم نظریں گاڑھ کر بولا، حوریہ کا دل دھڑکنا بھولنے لگا۔ "اب ایزی تمہیں بتائے گا کہ اس روز اگر تمہاری فرینڈ کی وجہ سے میں کامیاب نہ ہوا تو اسے اب میں پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں گا۔" عجیب سے انداز میں ہنسا۔ اس سے پہلے کہ حوریہ اس بد حواسی سے نکل کر اپنا بچاؤ کرتی، وہ تمام لائٹیں آف کرتا اس تک آیا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ اپنی خوش بختی پر جتنا ناز کرتی کم تھا، اس نے جو چاہا تھا اسے مل گیا تھا۔ جس پل وہ اپنی پور پور سجائے معاذ کے پہلو میں بٹھائی گئی۔ منٹوں میں وہ اس کی بنا دی گئی۔
"آہم!" اس نے باقاعدہ کھنکار کر اس کی توجہ حاصل کی، جو آج بلیک ٹو پیس میں مردانہ وجاہت کا شاہکار نظر آ رہا تھا۔
"جیت لیا نا تمہیں، بہت اکڑتے تھے۔" وہ تفاخرانہ ہنسی۔
"میں نے کہا تھا میں اپنے بابا جانی کی کوئی بھی بات ٹالتا نہیں ہوں۔ یہ میرے بابا جانی کا حکم تھا، اس کے باوجود مانا کہ میں اسے ماننا نہیں چاہتا تھا۔" اس نے بہت سکون سے کہہ کر بھی اس کی ذات کے پرخچے اڑا دیے تھے اور اٹھ کر اپنے دوستوں کے پاس چلا گیا۔ اسوہ گم صم بیٹھی تھی۔

☆ ☆ ☆

پرجوش ہشاش بشاش سا معاذ اندر آیا تھا۔
"مجھے مبارک باد دیں امی! آپ کے بیٹے کو ٹیکسلا یونیورسٹی سے لیکچرر شپ آفر ہوئی ہے۔ رہائش کی سہولت بھی ہے اور گاڑی بھی۔" وہ آتے ہی ضوبیا سے

Scanned with CamScanner

لپٹا تھا۔

"اللہ مبارک کرے میرے چاند!" ضویا نے نہال ہو کر اس کی پیشانی چومتے ہوئے دعاؤں سے نوازا۔

"چلیں جی۔ موصوف پہلے کچھ کم پراؤڈ تھے۔ رہی سہی کسر بھی پوری ہو گئی۔" اسوہ نے منہ ہی منہ بڑبڑا کر کہا اس کی یہ بڑبڑاہٹ نزدیک ہونے کی وجہ سے حوریہ نے سنی تھی' اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"بھابھی کسی کی خوشی پہ جلنے والوں کو کیا کہتے ہیں' بھلا؟" وہ حوریہ کو مخاطب کرتا کن اکھیوں سے اسوہ کو دیکھنے لگا۔

"تمہارا سر! وہ زور سے چیخی اور پیر پٹختی اٹھ کر چلی گئی۔

"تم نے اسے خفا کر دیا' جاؤ مناؤ۔" ضویا نے کہا۔ وہ مزید پھیل کر بیٹھ گیا۔

"ابھی یہ ذمہ داری ہم پہ عائد نہیں ہوتی۔"

پھر ضویا کے آنکھیں دکھانے پہ معصومیت سے آنکھیں پٹپٹا کر بولا۔

"ابھی رخصتی نہیں ہوئی نا!"

"تو منع کرنے والے بھی تو تم تھے۔" ضویا نے فوراً "جتایا" وہ جواباً "کاندھے اچکا کر ہنسنے لگا۔

☼ ☼ ☼

حوریہ نے اس کے کمرے کے پردے ہٹائے۔ کمرہ سمیٹنے لگی۔ کتنا پھیلاوا تھا' چائے کے خالی مگ' سگریٹ کی ڈبیاں' لائٹر' کشن جو بے ترتیب تھے' وہ کتنی ہی دیر انہی کاموں میں مصروف رہی اور اس سے لاعلم بھی کہ ایزی کب سے اسے دیکھ رہا ہے۔ کتنی عجیب لڑکی ہے۔ میری اتنی زیادتیوں پر بھی کبھی نہیں کچھ کہا۔ کوئی شکوہ نہ شکایت' نہ گلہ کیا ہے' یہ نفرت مگر نہیں۔ اس نے اپنا خیال خود ہی جھٹک دیا' تم کیا ہے یہ محبت ہے' اس کا دل دھڑکا اور دھڑکتا ہی چلا گیا۔

کیا یہ دل ربا سی لڑکی مجھ سے محبت کرتی ہو گی۔ اس کے دل میں پکڑ دھکڑ سی ہونے لگی۔ اسے اس طرح سے سوچنا' اسے دیکھنا اچھا لگنے لگا تھا' جبھی تو حوریہ جب اپنا کام نپٹا کر باہر جانے لگی تو ایزی نے بے اختیار اسے پکار لیا تھا۔

"جی!" وہ حیران سی ہو کر اسے دیکھنے لگی' وہ اسی طرح نرمی اور آہستگی سے بھلا کب پکارتا تھا اسے۔

"کہاں جا رہی ہو' یہیں رہو میرے پاس۔" وہ دل کی خواہش پہ بند نہیں باندھ سکا۔

"آپ کے لیے چائے بنانے جا رہی ہوں۔ بس آتی ہوں۔" حوریہ نے نرمی سے کہا۔

"جلدی آنا' اس لیے کہ میں ان زخموں پہ گلاب بنا کر مہکانا چاہتا ہوں' جو تمہیں مجھ سے ملے ہیں۔"

اس نے بہت آہستگی سے مسکرا کر کہا' حوریہ پہلے چونکی' اور پھر میں اس کی نگاہوں کی معنی خیز شرارت پہ جھینپ کر باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

آسمان سیاہ گھٹاؤں سے بھرا ہوا تھا۔ چھما چھم موسلا دھار مینہ برس رہا تھا۔ فضا میں موجود کہر اس وقت کچھ اور بھی گہرا محسوس ہونے لگا۔ لان میں موجود تمام درخت پودے ہواؤں کی شوریدہ سری پہ ادھر اُدھر جھوم رہے تھے۔ موسم تو بہت اچھا تھا۔ اس کا اپنا ہی دل اداس تھا۔ اس نے نکاح پہ کھینچی تصویروں کو دیکھا تھا اور گم صم ہو گئی' جو اس وقت بھی سنجیدہ نہیں ہوئی تھی' جب معاذ نے متعدد بار اس پہ اپنی ناپسندیدگی جتائی تھی۔

کیا محبت کے بغیر زندگی گزر سکتی ہے' کیوں زور زبردستی کی میں نے اسے پا کر نہ پانے کا احساس تو اور بھی تکلیف دہ ہو گا نا' وہ کل شام بھی آیا تھا۔ ایزی سے ملنے' تب وہ موجود تھی' مگر ایک نگاہ غلط بھی نہیں ڈالی تھی ایزی کے کہنے پہ وہ اس کے لیے چائے بنانے اٹھی تھی' مگر وہ منع کر چکا تھا۔ اس کے باوجود وہ باہر آ گئی اور وہ اس سے ملے بغیر چلا گیا۔ ایک وہ تھی جو اسے دیکھنے کے لیے جتن کرتی تھی۔ کیسا کٹھور تھا وہ۔ خاص طور پہ اس کے لیے' اس سے بات کرتے ہوئے اس کے لہجے میں دنیا بھر کی ترشی اور کھردرا پن شامل ہو جاتا تھا۔

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner

"کیا سوچ رہی ہو اداس بلبل کی طرح۔"

اس کی بھاری گمبھیر آواز پہ وہ جو اسے ہی سوچ رہی تھی۔ اپنی جگہ زور سے اچھلی اور اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"اداس ہو؟" اس سے کچھ فاصلے پہ بیٹھتے ہوئے وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا۔ اسوہ نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا اور لب کچل کر آنسو اندر اتارتی رہی' جو اسے دیکھتے ہی جانے کہاں سے آنکھوں میں جمع ہونے لگے تھے۔

"اس لیے کہ میں کل جا رہا ہوں یا اس لیے کہ میں تمہیں لفٹ نہیں کرا تا رہا ہوں۔" اب اس نے مچلتی مسکراہٹ ضبط کی تھی۔ اسوہ نے غضب ناک نظروں سے اسے دیکھا' مگر آج ان نگاہوں کا رنگ انوکھا تھا۔ وہ لمحہ بھر سے زیادہ نہیں دیکھ سکی۔ پلکیں حیا سے لرزی تھیں۔

"یار! میرا ارادہ تو مکمل استحقاق کے بعد تمہیں منانے کا تھا' مگر یہ بابا کا آرڈر تھا۔"

"اوہ تو تم ان کے کہنے پہ آئے ہو۔" وہ جو سب کچھ بھلا کر خوش ہو چلی تھی' چیخ کر بولی۔

"ہاں یہ تو ہے' اس لیے کہ اپنے بابا کی کوئی بات تو میں ٹالتا نہیں ہوں۔ ورنہ تم جیسی لڑکی ..." وہ اب اسے چھیڑ رہا تھا' ورنہ آنکھیں تو کچھ اور کہہ رہی تھیں۔

"کیا؟" اس کی پوری بات سنے بغیر چیخی۔

"تم جیسی محبت کرنے والی لڑکی کو ابھی اور ستانے کا موڈ تھا۔" اس نے سر کھجایا۔

"میری محبت تو دیکھ لی کچھ اپنی محبت کے بارے میں سوچا ہے؟" اس نے فوراً "خبر لی۔

"افوہ یار! جب ساتھ رہیں گے تو محبت بھی ہو ہی جائے گی۔" وہ بے نیاز بنا۔

"ہاں جیسے تمہارے بابا جانی کو مام سے۔ سنا ہے' مام کو بھی تمہارے بابا سے ایسی ہی طوفانی محبت ہو گئی تھی۔"

وہ بات کرتے ہوئے اس کا چہرہ دیکھنے لگی' جہاں سنجیدگی تھی۔

"خفا ہو گئے؟" وہ ڈری۔

"خوبصورت ہونا بھی سزا ہو گئی' چڑیل کا سایہ ہو جاتا ہے جیسے مجھ پہ۔" وہ شریر ہوا اور اسوہ کی اٹکی سانس بحال ہو گئی۔

"اور جیسے بابا پہ؟" اس نے بدلہ چکایا۔

"میں امی کو بتاتا ہوں۔ تم انہیں کیا کہہ رہی ہو۔" اس نے دھمکایا ہی نہیں باقاعدہ اٹھ کر اندر کی سمت چلا گیا۔ وہ بوکھلا کر اس کے پیچھے بھاگی۔

"امی! یہ آپ کی بہو آپ کو پتا ہے کیا کہہ رہی ہے۔" اس نے اندر جاتے ہی زور سے کہا اور اس نے اتنی سرعت سے بڑھ کر اس کا بازو تھام کر لجاجت سے منع کیا کہ ضویا اور ہارون اسرار بھی معنی خیزی سے ہنس پڑے' وہ خجل سی ہو گئی۔

کچھ دیر بعد وہ جب ان کی شادی کی تاریخ فائنل کر رہے تھے۔ ایزی نے بے خیالی میں سگریٹ سلگانا چاہا تھا۔ حوریہ نے اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے ٹوکا تھا اور آنکھوں میں نفی کا اشارہ کیا۔ معاذ نے دیکھا اور مصنوعی انداز میں کھانسا۔ دونوں چونکے اور خجل ہو گئے۔ یہی تھے محبتوں کے مان اور استحقاق۔ بالکل ویسے جیسے ایزی نے سگریٹ واپس رکھا تھا' جیسے ابھی مام نے بابا کی جیب سے والٹ نکال کر مطلوبہ رقم لی تھی' جیسے اس نے معاذ کو شرارت سے روکا تھا' دیر سے سہی مگر من چاہا احساس ان سب نے پالیا تھا۔

✲

عمران ڈائجسٹ کا ایک حیرت انگیز سلسلہ
ائیر ہوسٹس
اب دو حصوں میں شائع ہو گئی ہے،
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 2216361

Digestlibrary.com

Scanned with CamScanner